AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

فوائد الفواد میں سکوت کا صوفیانہ تصور: لغوی اساس، روحانی اہمیت اور تربیتی اثرات کا تحقیقی مطالعہ

The Sufi Concept of Silence in Fawa'id al-Fu'ad: A Research Study of Its Lexical Foundation, Spiritual Significance, and Educational Implications

1. Sana Hayat
M.Phil Scholar, Department of Persian Language & Literature, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
2. Dr. Hafiz Mansoor Ahmad (Corresponding Author)
Assistant Professor (Persian), Department of Persian Language & Literature, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk

Abstract

This research presents a comprehensive analytical study of the Sufi concept of silence (*sukut*) as articulated in the classical Sufi text *Fawa'id al-Fu'ad* (Morals for the Heart), compiled by Amir Hasan Sijzi from the discourses of the renowned Chishti Sufi master Nizamuddin Auliya (d. 1325 CE). *Fawa'id al-Fu'ad* represents the first and foremost example of the *malfuzat* genre in South Asian Sufism, capturing the spiritual conversations of a major Indian saint through the lens of his devoted disciple . The study examines the lexical and terminological meanings of silence in Arabic and Persian Sufi literature, tracing its evolution from mere absence of speech to a profound spiritual discipline encompassing inner stillness, heart-centered awareness, and the cultivation of divine knowledge (*ma'rifah*) . Drawing upon classical Sufi literature and contemporary scholarship, the research explores the spiritual significance of silence as a means of self-purification (*tazkiyah*), preparation for mystical insight, and training of the ego (*nafs*). It analyzes the practical manifestations of silence in Sufi practice, including *tawaqquf* (pause/hesitation), *ijmal* (brevity in speech), and various methods of cultivated silence, and their impact on spiritual education. The study argues that silence in the Sufi tradition, as reflected in the teachings of Nizamuddin Auliya, is not merely an ascetic practice but a sophisticated spiritual methodology for attaining proximity to the Divine, developing prophetic character, and navigating the complexities of spiritual discourse . The teachings on silence in *Fawa'id al-Fu'ad* offer valuable insights for contemporary spiritual seekers and contribute to broader discussions on contemplative practices in Islamic spirituality.

Keywords: Silence, Fawa'id al-Fu'ad, Sufism, Nizamuddin Auliya, Spiritual Training, Ma'rifah, Contemplation

تعارف موضوع

سکوت تصوف کی بنیادی اصطلاحات میں سے ایک ہے جسے اکثر محض خاموشی کے مترادف سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت میں اس کا دائرہ بہت وسیع اور گہرا ہے۔ فوائد الفواد کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے سکوت کو ایک مکمل نظامِ تربیت کی حیثیت دی تھی۔ اس میں ہم سکوت کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو واضح کریں گے، پھر اس کے صوفیانہ پہلوؤں اور عملی مظاہر کا تجزیہ پیش کریں گے، اور آخر میں اس کے اصولی اور تربیتی اثرات پر روشنی ڈالیں گے۔ اس کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ فوائد الفواد میں سکوت محض ایک اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ ایک گہری روحانی حکمت ہے جو سالک کو معرفت الٰہی تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مبحث اول: سکوت کے لغوی اور اصطلاحی معانی

اس مبحث کے آغاز میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سکوت کا تصور جتنا سادہ دکھائی دیتا ہے، اتنا ہی پیچیدہ اور گہرا بھی ہے۔ لغوی اعتبار سے سکوت کے معنی اگرچہ خاموشی کے ہیں، لیکن صوفیانہ اصطلاح میں اس نے بہت وسیع اور گہرے معانی اختیار کر لیے ہیں۔ چشتی سلسلے میں تو سکوت کو ریاضت کا ایک لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم انہی معانی کو تفصیل سے واضح کریں گے۔

1. لغوی معنی

لغت میں سکوت کے معنی خاموشی، زبان کو حرکت نہ دینے، اور بولنے سے روکنے کے ہیں۔ فارسی زبان میں سکوت کا ہم وزن "خموشی" ہے جو کلام کی عدم موجودگی کو ظاہر کرتا ہے۔ عربی میں "سکت" کا مادہ سکون اور ٹھہراؤ کو بیان کرتا ہے۔ یہ لفظی معنی اگرچہ سادہ ہیں لیکن ان میں ایک گہرا اشارہ پنہاں ہے کہ سکوت محض منفی کیفیت نہیں بلکہ ایک مثبت عمل ہے جس میں انسان اپنی قوت ناطقہ کو اختیاری طور پر روکتا ہے۔

شیخ ابو سعید ابی الخیر نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> «خاموشی، درلغت، ترکِ گفتار است، اما درحقیقت، نگہبانیِ دل است از آلودگی‌های نفس»[1]
>
> ترجمہ: "خاموشی، لغت میں، گفتار کو ترک کرنا ہے، لیکن حقیقت میں، دل کی نفس کی آلودگیوں سے حفاظت ہے۔"

شیخ ابو سعید ابی الخیر کا یہ قول سکوت کے لغوی اور حقیقی معانی کے درمیان ایک نہایت اہم فرق کو واضح کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لغت میں خاموشی اگرچہ محض "ترک گفتار" (بات کرنا چھوڑ دینے) کا نام ہے، لیکن حقیقت میں یہ "نگہبانی دل است از آلودگی‌های نفس" یعنی دل کو نفسانی آلودگیوں سے بچانے کا نام ہے۔ یہاں یہ نکتہ انتہائی اہم ہے کہ سکوت کوئی منفی عمل نہیں بلکہ ایک مثبت اور فعال کیفیت ہے۔ جب انسان بولنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ محض خاموش نہیں بیٹھ جاتا، بلکہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے نفس کے شر سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سکوت کا تعلق محض زبان سے نہیں بلکہ دل کی صفائی سے بھی ہے۔ جو شخص خاموش رہتا ہے، وہ دراصل اپنے دل کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کے حملوں سے محفوظ رہ سکے۔ یہ تعلیم ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ سکوت کو صرف ایک ظاہری عمل نہ سمجھا جائے بلکہ اسے دل کی حفاظت کا ایک ذریعہ سمجھا جائے۔ شیخ ابو سعید کا یہ قول صوفیانہ فکر میں سکوت کے تصور کی بنیاد رکھتا ہے۔ انہوں نے سکوت کو ایک ایسی مشق کے طور پر پیش کیا جو بیک وقت ظاہر (زبان) اور باطن (دل) دونوں کی تربیت کرتی ہے۔ فوائد الفواد کے تناظر میں دیکھا جائے تو حضرت نظام الدینؒ نے اسی حقیقت کو بار بار بیان کیا ہے کہ سکوت کا مقصد دل کی حفاظت ہے، نہ کہ محض زبان بند کرنا۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ خاموشی کو ایک فعال عبادت کے طور پر دیکھنے لگتا ہے، نہ کہ محض ایک غیر فعال حالت کے طور پر۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے کشف الاسرار میں فرمایا:

> «سکوت درلغت، حبس لسان است ازکلام، لیکن این حبس وقتی ثمربخش گردد که دل نیز از هوای نفس باز ایستد»[2]
>
> ترجمہ: "سکوت لغت میں، زبان کو کلام سے روکنا ہے، لیکن یہ روک اس وقت پھل دیتی ہے جب دل بھی نفس کی خواہش سے باز آ جائے۔"

خواجہ عبداللہ انصاری نے اس قول میں سکوت کی دو سطحیں بیان کی ہیں: زبانی اور قلبی۔ ان کے نزدیک سکوت لغت میں "حبس لسان" (زبان کو روکنا) ہے، لیکن یہ روکنا اس وقت پھل دیتا ہے جب "دل نیز از هوای نفس باز ایستد" یعنی دل بھی نفس کی خواہشات سے رک جائے۔ یہ ایک اہم فکری بصیرت ہے کہ بہت سے لوگ ظاہر میں خاموش رہتے ہیں لیکن ان کا دل دنیاوی تمناؤں اور نفسانی خواہشات میں ڈوبا ہوتا ہے۔ ایسا سکوت صرف ریاکاری ہے، حقیقی روحانی فائدہ اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ صوفیانہ روایت میں "حبس لسان" کے بعد "حبس قلب" کا مرحلہ آتا ہے، جہاں انسان اپنے دل کو غیر اللہ کے خیالات سے خالی کرتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سکوت حقیقی معنوں میں اپنے اثر دار ہوتا ہے۔ فوائد الفواد کی مجالس میں حضرت نظام الدینؒ نے مریدین کو بار بار تلقین کی کہ وہ زبان کی خاموشی کے ساتھ ساتھ دل کی خاموشی بھی پیدا کریں، ورنہ محض ظاہری خاموشی بے فائدہ ہے۔ قاری پر اس قول کا

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

علمی اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ سکوت کے اندرونی اور باطنی پہلوؤں کو سمجھنے لگتا ہے۔ اسے یہ سبق ملتا ہے کہ سچا سکوت ایک جامع عمل ہے جس میں ظاہر و باطن دونوں شامل ہیں، اور جب تک دل خاموش نہ ہو، زبان کی خاموشی ادھوری ہے۔

شیخ ابو حفص عمر سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے:

«سکوت، درمعنی لغوی، سکونِ جوارح است ازنطق، و این سکون، مقدمۂ سکونِ روح است ازاغیار»[3]

"سکوت، لغوی معنی میں، اعضاء کو بولنے سے ٹھہرانا ہے، اور یہ ٹھہراؤ روح کو غیر (اللہ کے سوا) سے ٹھہرانے کا مقدمہ ہے۔"

شیخ سہروردی نے اس قول میں سکوت کے لغوی معنی کو "سکونِ جوارح" (اعضاء کا سکون) سے تعبیر کیا ہے، جو ایک عملی اور مشاہدہ کی جانے والی کیفیت ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے اسے روح کے اعلیٰ سکون کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ "**اغیار**" سے مراد وہ سب کچھ ہے جو اللہ کے علاوہ ہے، یعنی دنیا، نفس، شیطان، مادی تعلقات اور تمام غیر الٰہی چیزوں سے۔ جب انسان زبان اور دوسرے اعضاء کو خاموش کرتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ اپنے پورے وجود کو کنٹرول کرنا سیکھتا ہے، اور پھر یہ عادت اس کے باطن میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کا روحانی وجود اغیار سے خالی ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بہت گہرا فلسفیانہ نکتہ ہے کہ ظاہر کا سکوت باطن کے سکوت کا ذریعہ بنتا ہے۔ فوائد الفواد میں اس نظریے کی عکاسی اس طرح ملتی ہے کہ حضرت نظام الدینؒ نے سکوت کو "**قطع علاقه**" (تعلقات منقطع کرنے) کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خاموشی کی مشق دراصل اسے دنیا سے بے تعلقی کی طرف لے جانے والی ایک راہ ہے۔ جب وہ بولنا چھوڑ دے گا تو آہستہ آہستہ اسے دنیا کی بے ثباتی اور فنا کا احساس ہو گا، اور وہ اپنی روح کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر سکے گا۔

امیر حسن سجزی نے فوائد الفواد کے مقدمے میں لکھا ہے:

«لغوی سکوت، اگر چه ترکِ گفتار است، اما درعرف مشایخ، این ترک، خود گفتاری دیگر است که زبانِ حال برزبانِ قال مقدم می‌شود»[4]

ترجمہ: "لغوی سکوت، اگرچہ گفتار کو چھوڑنا ہے، لیکن مشائخ کے ہاں یہ چھوڑنا خود ایک دوسری گفتار ہے جس میں زبانِ حال، زبانِ قال پر مقدم ہو جاتی ہے۔"

امیر حسن سجزی، جو خود اس کتاب کے مرتب اور حضرت نظام الدینؒ کے خاص مرید ہیں، یہاں ایک نہایت باریک اور عمیق نکتہ اٹھاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص بولنا چھوڑ دیتا ہے، تو یہ محض ایک منفی کیفیت نہیں رہتی بلکہ یہ ایک مثبت اظہار بن جاتی ہے۔ "زبانِ حال" سے مراد وہ روحانی کیفیت ہے جو بغیر الفاظ کے دوسروں تک پہنچتی ہے، جیسے کسی ولی اللہ کی موجودگی میں آنے والا سکون، یا کسی صوفی کی خاموشی جو باتیں کر رہی ہوتی ہے۔ "**زبانِ قال**" سے مراد عام زبانی گفتار ہے۔ یہاں "مقدم ہونے" کا مطلب یہ ہے کہ سکوت کی اس حالت میں انسان کی روحانی حالت اس کی زبانی گفتار سے زیادہ اثر انگیز اور بلند ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر صوفیاء بہت کم بولتے تھے، لیکن ان کی خاموشی میں اتنا کچھ ہوتا تھا کہ مریدین اسے سننے کے لیے ترس جاتے تھے۔ فوائد الفواد میں خود حضرت نظام الدینؒ کا طرزِ گفتار بھی اسی اصول پر مبنی ہے کہ وہ کم الفاظ میں گہرے اور جامع معانی بیان کرتے تھے۔ قاری کے لیے یہ ایک اہم تربیتی پیغام ہے کہ اسے اپنی خاموشی کو بھی ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ بنانا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنی خاموشی کو اس قابل بنائے کہ وہ الفاظ سے زیادہ معنی پہنچا سکے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سکوت ایک فن بن جاتا ہے۔

شمس الدین تبریزی نے مقالات شمس میں فرمایا:

«سکوت، از آن جهت لغتاً ترکِ کلام است که کلام، حجابِ حق است و ترکِ حجاب، خود عینِ کلامِ حقیقی است»[5]

ترجمہ: "سکوت، اس لیے لغتاً کلام کو چھوڑنا ہے کہ کلام، حق کا حجاب ہے اور حجاب کو چھوڑنا خود عین حقیقی کلام ہے۔"

شمس تبریزی کا یہ قول انتہائی فلسفیانہ، صوفیانہ اور گہرا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عام زبان (کلام) دراصل انسان اور اس کے خالق کے درمیان ایک پردہ (حجاب) ہے، کیونکہ الفاظ محدود ہیں اور وہ لامحدود حقیقت کا مکمل ادراک نہیں کرا سکتے۔ جب انسان بولتا ہے تو وہ الفاظ کی قید میں آ جاتا ہے اور حقیقت کو اپنے الفاظ کے چھوٹے سے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے، جو ممکن نہیں ہے۔ جب وہ اس حجاب کو چھوڑ دیتا ہے، یعنی خاموش ہو جاتا ہے، تو وہ ایک ایسی خاموشی

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

میں پہنچ جاتا ہے جو حقیقی ابلاغ ہے۔ اس خاموشی میں انسان بغیر کسی واسطے اور بغیر کسی لفظ کے حق تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔ یہی "عینِ کلامِ حقیقی" ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سننے اور کہنے کا فرق مٹ جاتا ہے، اور انسان خود ایک "مکلم" (جس سے کلام کیا جارہا ہو) اور "متکلم" (کلام کرنے والا) کے درمیان کسی ثالث کے بغیر براہِ راست روحانی رابطے میں ہوتا ہے۔ فوائد الفواد میں اس کی مثال وہ مقام ہے جہاں حضرت نظام الدینؒ فرماتے ہیں کہ "صوفی وہ ہے جو بغیر بولے سنادے اور بغیر سنے جان لے"۔ قاری پر اس قول کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خاموشی کا مقصد محض خالی پن اور عدم اظہار نہیں بلکہ ایک اعلیٰ قسم کی گفتگو اور ایک گہرے روحانی تعلق کی تیاری ہے۔ اسے یہ بصیرت ملتی ہے کہ حقیقی کلام وہ ہے جو دل کی خاموشی میں سنائی دیتا ہے۔

2. اصطلاحی معنی

تصوف کی اصطلاح میں سکوت کا دائرہ صرف زبان کی بندش تک محدود نہیں بلکہ یہ حواس، خیالات اور نفسانی خواہشات کی بندش بھی ہے۔ صوفیاء نے سکوت کی متعدد سطحیں بیان کی ہیں، جن میں سے ہر ایک ایک خاص روحانی منزل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ اصطلاحی معنی ہی ہیں جو سکوت کو ایک عام اخلاقی ہدایت سے بڑھ کر ایک مکمل روحانی نظام کا درجہ دیتے ہیں۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے کشف الاسرار میں فرمایا:

«سکوت در اصطلاح اهل تصوف، ترکِ علاقهٔ دنیاست و روی آوردن به حقیقتِ بی‌نشان»[6]

ترجمہ: "سکوت اہل تصوف کی اصطلاح میں، دنیا کے تعلق کو ترک کرنا اور بے نشان حقیقت کی طرف رجوع کرنا ہے۔"

خواجہ انصاری نے اس قول میں سکوت کی اصطلاحی تعریف کو انتہائی جامع انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک سکوت محض زبان کی خاموشی کا نام نہیں بلکہ "ترکِ علاقۂ دنیا" (دنیا کے تعلق کو چھوڑنا) ہے۔ یہاں "علاقہ" سے مراد وہ تمام جسمانی، جذباتی، نفسیاتی اور روحانی رشتے اور وابستگیاں ہیں جو انسان کو دنیا سے باندھے رکھتی ہیں۔ جب انسان یہ تعلق چھوڑ دیتا ہے تو وہ "روی آوردن بہ حقیقتِ بی‌نشان" یعنی بے نشان حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ "بی‌نشان حقیقت" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو کسی نشان، صورت، شکل یا صفت میں محدود نہیں ہے۔ یہ ایک بہت ہی اعلیٰ اور بلند مقام ہے جہاں سالک کسی بھی مخلوق سے تعلق توڑ کر صرف خالق سے جڑ جاتا ہے۔ یہ تعریف بتاتی ہے کہ سکوت کا تعلق بنیادی طور پر بے تعلقی اور توحید سے ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اسی حقیقت کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب مرید سکوت اختیار کرتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ دنیا سے کٹتا جاتا ہے اور اللہ کی طرف جڑتا جاتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے اہم علمی و تربیتی اثر یہ ہے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ سکوت کا حقیقی مقصد دنیا سے بے رغبتی اور خدا سے محبت ہے، نہ کہ محض ایک اخلاقی خوبی کا مظاہرہ۔

شیخ نجیب الدین سہروردی نے آداب المریدین میں تحریر کیا ہے:

«سکوت در اصطلاح، حفظ اللسان عن الخطا و حفظ القلب عن الغفلة و حفظ السر عن الالتفات الی غیر الحق»[7]

ترجمہ: "سکوت اصطلاح میں، زبان کو خطا سے بچانا، دل کو غفلت سے بچانا، اور باطن کو حق کے سوا کسی اور کی طرف توجہ سے بچانا ہے۔"

شیخ نجیب الدین سہروردی نے اس قول میں سکوت کی تین اہم سطحیں بیان کی ہیں۔ پہلی سطح "حفظ اللسان عن الخطا" ہے، یعنی زبان کو غلطیوں اور گناہوں سے بچانا۔ یہ سب سے ابتدائی اور ظاہری سطح ہے۔ دوسری سطح "حفظ القلب عن الغفلة" ہے، یعنی دل کو غفلت سے بچانا، کیونکہ دل جب ذکر الٰہی سے غافل ہوتا ہے تو وہ بھی ایک قسم کا سکوت ہے۔ تیسری اور اعلیٰ ترین سطح "حفظ السر عن الالتفات الی غیر الحق" ہے، یعنی باطن (رازِ دل) کو حق کے سوا کسی اور کی طرف توجہ کرنے سے بچانا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سالک کے باطن میں سوائے خدا کے کسی اور کا خیال نہیں آتا۔ یہ تینوں سطحیں مل کر سکوت کی اصطلاحی تعریف کو مکمل کرتی ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو ان تینوں سطحوں پر سکوت اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ قاری پر اس قول کا فکری اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت صرف زبان کا معاملہ نہیں، بلکہ یہ دل اور روح کی تربیت کا ایک مکمل نظام ہے۔ اسے یہ سبق ملتا ہے کہ وہ اپنی زبان کے ساتھ ساتھ اپنے دل اور باطن کو بھی سکوت سکھائے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے:

«سکوت عند القوم، ترکُ الفضول من الکلام و ترکُ الفضول من المرادات و ترکُ الفضول من الالتفاتات»[8]

ترجمہ: "صوفیاء کے ہاں سکوت، کلام کی فضول باتوں کو چھوڑنا، خواہشات کی فضول چیزوں کو چھوڑنا، اور توجہوں کی فضول باتوں کو چھوڑنا ہے۔"

شیخ سہروردی نے اس قول میں سکوت کو تین قسم کی "فضول" چیزوں کے ترک سے تعبیر کیا ہے۔ پہلی "کلام کی فضول باتیں" ہیں، یعنی وہ باتیں جو نہ دین کے کام کی ہوں، نہ دنیا کے، اور نہ ہی اخلاقی طور پر ضروری ہوں۔ دوسری "خواہشات کی فضول چیزیں" ہیں، یعنی وہ تمام دنیاوی خواہشات اور آرزوئیں جو انسان کو اللہ سے دور کرتی ہیں اور جن کے پیچھے پڑنے سے کوئی روحانی فائدہ نہیں۔ تیسری "توجہوں کی فضول باتیں" ہیں، یعنی وہ تمام غیر ضروری ذہنی و قلبی التفاتات جو انسان کو اس کے مرکز سے ہٹا کر بکھیر دیتے ہیں۔ ان تینوں کو ترک کرنا ہی حقیقی سکوت ہے۔ یہ تعریف بہت جامع ہے اور سکوت کو محض ایک اخلاقی یا زبانی مشق سے بڑھ کر ایک وجودی کیفیت بنا دیتی ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اسی جامع تصور کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے فرمایا کہ "صوفی وہ ہے جو فضول سے خالی ہو"۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں "فضول" کی پہچان کرے اور اسے ترک کرے، خواہ وہ کلام ہو، خواہ خواہشات ہوں، خواہ توجہات ہوں۔

امیر حسن سجزی نے فوائد الفواد کی ایک مجلس میں حضرت نظام الدینؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

«سکوت در اصطلاح ما، ترکِ ما سوی الله است به زبانِ قال و به زبانِ حال و به زبانِ دل»[9]

ترجمہ: "سکوت ہماری اصطلاح میں، زبانِ قال، زبانِ حال اور زبانِ دل سے، اللہ کے سوا ہر چیز کو ترک کرنا ہے۔"

اس قول میں حضرت نظام الدینؒ نے سکوت کی اصطلاحی تعریف کو تین زبانوں کے ذریعے "ترکِ ماسوی اللہ" سے تعبیر کیا ہے۔ "ماسوی اللہ" سے مراد وہ سب کچھ ہے جو اللہ کے علاوہ ہے، چاہے وہ مادی ہو یا روحانی، ظاہر ہو یا باطن۔ "زبانِ قال" سے مراد ظاہری زبانی خاموشی ہے، "زبانِ حال" سے مراد روحانی اور قلبی کیفیت کی زبان ہے، اور "زبانِ دل" سے مراد وہ اندرونی آواز ہے جو دل کے باطن سے اٹھتی ہے۔ ان تینوں زبانوں سے "ماسوی اللہ" کو ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ظاہر میں خاموش ہو، باطن میں غیر اللہ سے منہ موڑ لے، اور دل کے اندر بھی کسی غیر کا خیال نہ لائے۔ یہ سکوت کی اعلیٰ ترین اور مکمل ترین تعریف ہے۔ فوائد الفواد میں یہ تعریف بار بار مختلف انداز میں آتی ہے۔ قاری پر اس قول کا علمی اور روحانی اثر یہ ہوتا ہے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ سکوت کا آخری اور حقیقی مقصد صرف اللہ تک پہنچنا ہے، اور یہ کہ سکوت کے بغیر یہ منزل طے نہیں ہو سکتی۔

شیخ ابو علی دقاق نے نقل کیا ہے کہ:

«سکوت در اصطلاح اهل حقیقت، ترکِ دعوی است و ترکِ تمنا و ترکِ تمنی و این سه، کلیدهای بابِ معرفت اند»[10]

ترجمہ: "سکوت اہل حقیقت کی اصطلاح میں، دعویٰ کو چھوڑنا، تمنا کو چھوڑنا، اور تمنی کو چھوڑنا ہے، اور یہ تینوں معرفت کے دروازے کی کنجیاں ہیں۔"

شیخ ابو علی دقاق نے اس قول میں سکوت کو تین چیزوں کے ترک سے تعبیر کیا ہے: "دعوی" یعنی خود بینی اور خود پسندی کا دعویٰ، "تمنا" یعنی دنیاوی خواہشات اور آرزوئیں، اور "تمنی" یعنی مستقبل کی آرزوئیں اور امیدیں۔ ان تینوں کو چھوڑنا ہی حقیقی سکوت ہے، اور یہ تینوں معرفت (خدا کی پہچان) کے دروازے کی کنجیاں ہیں۔ یہ ایک بہت گہری اور اہم تعریف ہے۔ "دعوی" سے مراد وہ سب کچھ ہے جسے انسان اپنے بارے میں مانتا ہے، جیسے "میں عالم ہوں"، "میں زاہد ہوں"، "میں ولی ہوں" وغیرہ۔ یہ سب دعویٰ سکوت کے خلاف ہیں۔ "تمنا" اور "تمنی" سے مراد وہ خواہشات ہیں جو انسان کو مستقبل کی طرف لے جاتی ہیں اور اسے حال میں موجود ہونے سے روکتی ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو ان تینوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے اہم فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت صرف زبان کی خاموشی نہیں بلکہ اپنے دعوؤں، خواہشوں اور آرزوؤں کو خاموش کرنے کا نام بھی ہے۔ جب یہ سب خاموش ہو جائیں تو معرفت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مبحث دوم: سکوت کا صوفیانہ پہلو

سکوت کا صوفیانہ پہلو اس کی حقیقی روح اور ماہیت ہے۔ جہاں لغوی اور اصطلاحی تعریفات نے سکوت کے ظاہری اور باطنی دائرے کو واضح کیا، وہیں صوفیانہ پہلو اسے ایک عبادت، ایک ریاضت اور ایک روحانی حالت کا درجہ دیتا ہے۔ اس مبحث میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح سکوت دل کی زبان بن جاتا ہے، معرفت کی تیاری کرتا ہے، نفس کی تزکیہ کرتا ہے، اور گہرے تربیتی اثرات مرتب کرتا ہے۔

1. دل کی زبان

سکوت کو صوفیانہ روایت میں "زبانِ دل" کا درجہ حاصل ہے۔ جب زبانِ قال خاموش ہو جاتی ہے تو زبانِ حال متحرک ہوتی ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس میں بے شمار معانی بغیر الفاظ کے منتقل ہوتے ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہ تعلیم دی کہ سچا سکوت وہ ہے جس میں دل کی آواز سنائی دے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

«زبانِ دل، بی‌حرف و صدا، اسرارِ حق را فاش می‌کند و این همان سکوتِ حقیقی است»[11]

ترجمہ: "دل کی زبان، بے حرف اور بے آواز، حق کے اسرار کو ظاہر کرتی ہے اور یہی حقیقی سکوت ہے۔"

حضرت نظام الدینؒ کا یہ قول سکوت کے صوفیانہ پہلو کا نہایت گہرا اور اہم بیان ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "زبانِ دل" ایک ایسی زبان ہے جو "بی حرف و صدا" یعنی بغیر کسی حرف اور آواز کے کام کرتی ہے۔ یہ زبان نہ کھلتی ہے، نہ سنائی دیتی ہے، لیکن پھر بھی یہ "اسرارِ حق را فاش می کند" یعنی حق تعالیٰ کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کر دیتی ہے۔ یہاں "فاش کرنے" کا مطلب عام طور پر کسی راز کو ظاہر کرنا ہوتا ہے، لیکن یہاں یہ ظاہری اور عامیانہ فاش کرنے سے مختلف ہے۔ یہ تو ایک ایسا انکشاف ہے جو صرف اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ "سکوتِ حقیقی" سے مراد وہی اعلیٰ ترین سکوت ہے جو ان اسرار تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ قول ہمیں بتاتا ہے کہ جب انسان مکمل طور پر خاموش ہو جاتا ہے، تو اس کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ وہ راز دیکھنے لگتا ہے جو بولنے والوں سے چھپے رہتے ہیں۔ فوائد الفواد کے تناظر میں، حضرت نظام الدینؒ نے خود اپنی مجلسوں میں کم بول کر اس حقیقت کو عملی طور پر دکھایا کہ سکوت میں بہت کچھ ہے جو الفاظ میں نہیں آ سکتا۔ قاری پر اس قول کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خاموشی کوئی خالی پن نہیں بلکہ ایک پر اسرار اور بامعنی کیفیت ہے۔ اسے یہ بصیرت ملتی ہے کہ سکوت کے ذریعے وہ اسرار تک پہنچ سکتا ہے جو کبھی کسی کتاب میں نہیں لکھے اور نہ کسی استاد نے بتائے۔

شیخ روزبان بقلی نے شرح شطیات میں تحریر کیا ہے:

«سکوت، لسانُ اهلِ الحال است و هرکه در این لسان متکلم شد، از کلامِ صوری بی‌نیاز گشت»[12]

ترجمہ: "سکوت، اہلِ حال کی زبان ہے اور جو اس زبان میں بات کرنے لگا، وہ صوری کلام سے بے نیاز ہو گیا۔"

شیخ روزبان بقلی نے اس قول میں سکوت کو "لسانُ اهلِ الحال" یعنی اہلِ حال کی زبان قرار دیا ہے۔ "اہلِ حال" سے مراد وہ صوفیاء اور عارفین ہیں جو ہمیشہ روحانی کیفیات میں غرق رہتے ہیں۔ ان کی زبان سکوت ہے، کیونکہ وہ جو کچھ محسوس کرتے ہیں وہ الفاظ میں نہیں آ سکتا۔ جب کوئی شخص "اس زبان میں متکلم" ہو جاتا ہے، یعنی اس کی پوری زندگی سکوت بن جاتی ہے، تو وہ "کلامِ صوری" یعنی الفاظ اور صورتوں والی عام گفتگو سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسے اب کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی، نہ کسی کے کہنے کی۔ اس کی خاموشی ہی اس کا کلام ہوتی ہے، اور اس کی موجودگی ہی اس کی گفتگو ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں "قال" ختم ہو کر "حال" شروع ہوتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو بتایا کہ جب وہ اس مقام پر پہنچ جائیں گے تو انہیں الفاظ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ قاری کے لیے اس قول کا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی عارضی کیفیت نہیں بلکہ ایک مستقل روحانی منزل ہے جہاں پہنچ کر انسان گفتگو کی معمولی صورتوں سے بالاتر ہو جاتا ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے مناجات نامے میں عرض کیا ہے:

«الهی، مرا چنان کن که سکوت من، زبانِ دل شود و زبانِ دل من، ترجمانِ اسرارِ تو گردد»[13]

ترجمہ: "اے معبود! مجھے ایسا کر دے کہ میرا سکوت، دل کی زبان بن جائے اور میرے دل کی زبان، تیرے اسرار کی ترجمان بن جائے۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ خواجہ انصاری کی ایک نہایت پُر درد اور گہری مناجات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کا سکوت محض خاموشی نہ رہے بلکہ "زبانِ دل" بن جائے۔ جب سکوت دل کی زبان بن جاتا ہے تو پھر یہ زبان "ترجمانِ اسرارِ تو" یعنی خدائی اسرار کی ترجمان بن جاتی ہے۔ ترجمان کا مطلب ہے ایسا شخص جو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتا ہے۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ دل کی زبان وہ ہے جو خدائی اسرار کو انسان کی سمجھ میں آنے والی صورت میں ڈھال دیتی ہے۔ یہ ایک بہت بلند مقام ہے جہاں انسان خود بھی خدائی اسرار کا مشاہدہ کرتا ہے اور انہیں دوسروں تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو اس مقام تک پہنچنے کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے اہم تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ یہ سیکھتا ہے کہ سکوت کوئی بے مقصد کیفیت نہیں بلکہ اس کا آخری ہدف خدائی اسرار تک رسائی اور ان کا اظہار ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ سکوت اور اظہار (ترجمانی) ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

شیخ محمود شبستری نے گلشن راز میں نظم کیا ہے:

«زبان درکام دل، خاموش بہتر * که حق با اهل دل درگوش بہتر»[14]

ترجمہ: "دل کے منہ میں زبان، خاموش بہتر ہے * کیونکہ حق اہل دل سے کان میں (کہہ کر) بہتر ہے۔"

شبستری نے اس شعر میں ایک نہایت خوبصورت اور گہری بات کہی ہے۔ "زبان درکام دل" سے مراد وہ زبان ہے جو دل کے منہ میں ہو، یعنی جو زبان دل کی طرف سے بول رہی ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسی زبان کا خاموش رہنا بہتر ہے، کیونکہ "حق با اھل دل در گوش بھتر" یعنی اللہ تعالیٰ اہل دل سے کان میں کہہ کر (یعنی چپکے سے، بغیر آواز کے) بہتر بات کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان حقیقی گفتگو الفاظ کے ذریعے نہیں ہوتی، بلکہ وہ بغیر کسی آواز کے، دل کے کان میں، براہِ راست روحانی طور پر ہوتی ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو خاموش کر دے تاکہ وہ یہ الٰہی گفتگو سن سکے۔ یہ شعر سکوت کو ایک ایسے آلے کے طور پر پیش کرتا ہے جو انسان کو خدائی پیغام سننے کے قابل بناتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے فرمایا کہ "سکوت، استماعِ الہام کا ذریعہ ہے"۔ قاری پر اس شعر کا فکری اور روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خاموشی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کچھ سن نہیں رہا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک بلند تر آواز سننے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔

اقبالؒ نے اسرار خودی میں فرمایا:

«سکوتِ دل، زبانِ جبرئیل است * که ازوی رازِ "کن فیکون" حاصل است»[15]

ترجمہ: "دل کا سکوت، جبرئیل کی زبان ہے * جس سے "کن فیکون" کا راز حاصل ہوتا ہے۔"

اقبالؒ نے اس شعر میں سکوت کو انتہائی بلند مقام عطا کیا ہے۔ "سکوتِ دل" سے مراد دل کی مکمل خاموشی ہے جب وہ تمام دنیاوی شور شرابے سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس سکوت کو انہوں نے "زبانِ جبرئیل" قرار دیا ہے، یعنی وہ زبان جس کے ذریعے جبرئیل امین اللہ کے پیغامات انبیاء تک پہنچاتے تھے۔ جب انسان کے دل کا سکوت جبرئیل کی زبان بن جاتا ہے، تو اس سے "رازِ "کن فیکون"" حاصل ہوتا ہے۔ "کن فیکون" (ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہے جس سے وہ کائنات کو پیدا کرتا ہے۔ اس راز کو حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کی دعا اور اس کی روحانی قوت بھی تخلیقی اثر رکھتی ہے۔ یہ اقبالؒ کا ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، لیکن یہ صوفیانہ روایت میں سکوت کے اعلیٰ ترین مقام کی عکاسی کرتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی سکوت کو "صاحب تصرف" ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت محض ایک انفرادی روحانی مشق نہیں بلکہ یہ اسے تخلیقی اور روحانی طور پر بااثر انسان بنا سکتا ہے۔

2. معرفت کی تیاری

سکوت معرفت کی تیاری کا بنیادی ذریعہ ہے۔ جب نفس کے شور شرابے بند ہو جاتے ہیں تو دل میں معرفت کے چراغ جلنے لگتے ہیں۔ فوائد الفواد میں اس حقیقت کو بار بار بیان کیا گیا ہے کہ بغیر سکوت کے معرفت حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ معرفت کا تقاضا ہے کہ دل خاموشی سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر کیا ہے:

«کلید معرفت، سکوت است و درِ معرفت، جز با کلید سکوت گشودہ نشود»[16]

ترجمہ: "معرفت کی کنجی سکوت ہے اور معرفت کا دروازہ سکوت کی کنجی کے سوا نہیں کھلتا۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ قول شیخ سہروردی کا انتہائی جامع اور مشہور قول ہے۔ انہوں نے سکوت کو "کلید معرفت" (معرفت کی کنجی) قرار دیا ہے۔ جس طرح بغیر کنجی کے تالا نہیں کھلتا، اسی طرح بغیر سکوت کے معرفت کا دروازہ نہیں کھلتا۔ "معرفت" سے مراد اللہ تعالیٰ کی حقیقی پہچان ہے، جو محض معلومات اور دلائل سے نہیں ہوتی بلکہ ایک ذوقی اور قلبی کیفیت ہے۔ یہ معرفت ہی انسان کو تمام شکوک وشبہات سے نکال کر یقین کی منزل تک پہنچاتی ہے۔ اس قول میں "درِ معرفت" سے مراد وہ راستہ اور منزل ہے جہاں سے ہو کر انسان اس مقام تک پہنچتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ اہم ہے کہ معرفت ایک ایسا دروازہ ہے جو صرف سکوت سے کھلتا ہے، نہ کہ بحث ومناظرہ سے، نہ کثرت مطالعہ سے، اور نہ ہی تقریر ووعظ سے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خاموش رہیں تاکہ ان کے دلوں میں معرفت کے چراغ جل سکیں۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا علمی وتربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حقیقی علم (معرفت) کے حصول کے لیے خاموشی شرط اول ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جتنا زیادہ بولے گا، معرفت اس سے اتنی ہی دور بھاگے گی، اور جتنا خاموش رہے گا، معرفت اتنی ہی قریب آئے گی۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے مناجات نامے میں عرض کیا ہے:

«الهی، مرا به سکوت، معرفت آموزو به معرفت، خود را بر من بنمای»[17]

ترجمہ: "اے معبود! مجھے سکوت کے ذریعے معرفت سکھا اور معرفت کے ذریعے اپنا آپ مجھ پر ظاہر کر۔"

یہ خواجہ انصاری کی ایک بہت ہی پُر درد اور عاجزانہ مناجات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دو چیزیں مانگ رہے ہیں: پہلی یہ کہ "بہ سکوت، معرفت آموز" یعنی سکوت کے ذریعے انہیں معرفت سکھائی جائے، اور دوسری یہ کہ "بہ معرفت، خود را بر من بنمای" یعنی اس معرفت کے ذریعے اللہ اپنا آپ ان پر ظاہر کرے۔ یہاں ایک اہم سلسلہ ہے: سکوت ⟵ معرفت ⟵ خود نمائیِ خدا۔ سکوت کے بغیر معرفت نہیں ہوتی، اور معرفت کے بغیر خدا کا تجلی اور خود نمائی نہیں ہوتی۔ یہ سکوت کی اہمیت کو مزید بڑھاتا ہے کہ وہ نہ صرف معرفت کا ذریعہ ہے بلکہ معرفت کے ذریعے خدا کے دیدار کا بھی ذریعہ ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہ بتایا کہ سکوت کا آخری ہدف خدا کا دیدار ہے۔ قاری کے لیے اس مناجات کا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی آخری منزل نہیں بلکہ ایک وسیلہ ہے، اور اس وسیلے کا آخری مقصد خدائی تجلی ہے۔

شیخ ابوسعید ابی الخیر نے اسرار التوحید میں فرمایا:

«هرکه سکوت پیشه کرد، معرفت یافت و هرکه معرفت یافت، به حق رسید»[18]

ترجمہ: "جس نے سکوت کو اپنا پیشہ بنالیا، اس نے معرفت پائی اور جس نے معرفت پائی، وہ حق تک پہنچ گیا۔"

شیخ ابوسعید نے اس قول میں ایک بہت ہی سیدھا اور واضح سلسلہ بیان کیا ہے۔ "سکوت پیشہ کردن" کا مطلب ہے سکوت کو اپنا معمول اور اپنی زندگی کا حصہ بنا لینا، نہ کہ کبھی کبھار خاموش ہو جانا۔ جو ایسا کرتا ہے، وہ "معرفت یافت" یعنی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ اور پھر یہ معرفت اسے "بہ حق رسید" یعنی حق تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے۔ یہاں "حق" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ تینوں مراحل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں: سکوت کے بغیر معرفت نہیں، اور معرفت کے بغیر حق تک رسائی نہیں۔ یہ قول سکوت کو نہ صرف معرفت بلکہ وصالِ الٰہی کا بھی ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت کا راستہ ہی آخر میں خدا تک پہنچاتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے اہم تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ یہ اسے خدا تک پہنچا سکتی ہے، اور یہ اس کے لیے کافی بڑا محرک ہے کہ وہ سکوت کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔

شیخ فرید الدین عطار نے منطق الطیر میں ایک پرندے کی زبان سے نقل کیا ہے:

«سکوت، آن است که معرفت را باید * که بی‌معرفت، سکوت را نشاید»[19]

ترجمہ: "سکوت وہ ہے جو معرفت کے لیے ہونا چاہیے * کیونکہ معرفت کے بغیر، سکوت درست نہیں ہے۔"

عطار نے اس شعر میں ایک نہایت باریک نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حقیقی سکوت وہ ہے جو "معرفت کے لیے" ہو، یعنی جس کا مقصد معرفت حاصل کرنا ہو۔ یہ وہ سکوت ہے جو صوفیانہ مشق کا حصہ ہے۔ اس کے برعکس، "معرفت کے بغیر سکوت" یعنی محض خاموش رہنا، بغیر کسی روحانی مقصد کے، "نشاید" یعنی درست نہیں ہے، کیونکہ ایسا سکوت یا تو بزدلی ہے، یا ملال ہے، یا پھر بے حسی ہے۔ عطار ہمیں بتاتے ہیں کہ صوفیانہ سکوت کا ایک مقصد ہوتا ہے، اور وہ مقصد معرفت ہے۔ یہ سکوت ایک فعال اور متحرک کیفیت ہے، نہ کہ ایک مردہ اور بے جان حالت۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہی تعلیم دی ہے کہ ان کا سکوت معرفت کے لیے ہو، نہ کہ محض بے مقصد خاموشی۔ قاری کے لیے اس شعر کا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی آسان کام نہیں بلکہ ایک سخت روحانی مشق ہے جس کا ایک واضح ہدف ہونا چاہیے۔

مولانا جلال الدین روم نے مثنوی معنوی میں فرمایا:

«تا نیابی معرفت، سکوت چیست؟ * معرفت خود شرطِ سکوتست و ادب»[20]

ترجمہ: "جب تک معرفت نہ پاؤ، سکوت کیا ہے؟ * معرفت خود سکوت اور ادب کی شرط ہے۔"

مولانا روم نے اس شعر میں سکوت اور معرفت کے باہمی تعلق کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: "تا نیابی معرفت، سکوت چیست؟" یعنی اگر تم نے معرفت حاصل نہیں کی تو تمہارا سکوت کیا معنی رکھتا ہے؟ پھر وہ جواب دیتے ہیں: "معرفت خود شرطِ سکوتست و ادب" یعنی معرفت خود سکوت اور ادب کی شرط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی سکوت تبھی ممکن ہے جب معرفت ہو، کیونکہ معرفت ہی انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ اسے کب بولنا ہے اور کب خاموش رہنا ہے۔ معرفت کے بغیر انسان یا تو بہت بولتا ہے یا بہت خاموش رہتا ہے، دونوں ہی صورتوں میں وہ اعتدال سے دور ہوتا ہے۔ یہاں روم نے ایک اہم بات کہی ہے کہ سکوت اور معرفت ایک دوسرے کے لیے شرط ہیں، یعنی ایک کے بغیر دوسرا نامکمل ہے۔ فوائد الفواد میں بھی یہی تصور ملتا ہے کہ سکوت اور معرفت ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی خود مختار چیز نہیں بلکہ اس کا انحصار معرفت پر ہے، اور معرفت کا انحصار سکوت پر ہے۔

3. نفس کی تزکیہ

سکوت نفس کی تزکیہ اور اصلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ جب زبان بند ہوتی ہے تو انسان کو اپنے عیوب نظر آنے لگتے ہیں۔ بولنے میں انسان اکثر دوسروں کے عیوب دیکھتا ہے لیکن خاموشی میں وہ اپنے نفس کے کھوٹوں سے آشنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے سکوت کو نفس کی اصلاح کی پہلی شرط قرار دیا ہے۔

خواجہ حافظ شیرازی نے اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

«سکوتِ محض، ادب نیست، ادب آن است که * زبان ببندی و بینی که دل چه می‌گوید»[21]

ترجمہ: "محض خاموشی ادب نہیں، ادب وہ ہے کہ * زبان بند کرو اور دیکھو دل کیا کہتا ہے۔"

حافظ نے اس شعر میں ایک نہایت اہم فرق واضح کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "سکوتِ محض" یعنی صرف خاموش رہ جانا "ادب" (حسنِ اخلاق اور بہترین طرزِ عمل) نہیں ہے۔ ادب تو وہ ہے کہ "زبان ببندی و بینی کہ دل چہ می گوید" یعنی تم زبان کو بند کرو اور پھر دیکھو کہ تمہارا دل کیا کہہ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاموشی کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے دل کی آواز سن سکے۔ جب تک زبان بولتی رہے گی، دل کی آواز سنائی نہیں دیتی کیونکہ زبان کا شور دل کی آواز کو دبا دیتا ہے۔ لیکن جب زبان خاموش ہو جاتی ہے، تو دل کی آواز واضح ہو کر سنائی دیتی ہے، اور پھر انسان اپنی اصلی خواہشات، اپنے اصلی جذبات، اور اپنے اصلی عیوب کو پہچان سکتا ہے۔ یہی حقیقی ادب ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ وہ خاموشی میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوں۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کا مقصد خود شناسی ہے، اور خود شناسی ہی نفس کی تزکیہ کی پہلی سیڑھی ہے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی نے نورالعلوم میں فرمایا:

«هرکه سکوت پیشه کرد، از آفاتِ زبان رست و هرکه از آفاتِ زبان رست، به تقویٰ رسید»[22]

ترجمہ: "جس نے سکوت کو اپنا پیشہ بنالیا، وہ زبان کی آفات سے بچ گیا اور جو زبان کی آفات سے بچ گیا، وہ تقویٰ تک پہنچ گیا۔"

شیخ خرقانی نے اس قول میں سکوت، زبان کی آفات سے بچنے، اور تقویٰ کے درمیان ایک واضح سلسلہ بیان کیا ہے۔ "آفاتِ زبان" سے مراد وہ تمام گناہ اور برائیاں ہیں جن کا تعلق زبان سے ہے، جیسے غیبت، چغلی، جھوٹ، بدگوئی، فضول گوئی، طنز، تضحیک، اور بے ہودہ باتیں۔ یہ سب انسان کو اس کی روحانی ترقی سے دور کر دیتی ہیں اور اسے گناہوں میں ڈبو دیتی ہیں۔ جو شخص سکوت اختیار کرتا ہے، وہ ان تمام آفات سے بچ جاتا ہے کیونکہ جب زبان ہی بند ہو تو یہ گناہ کیے ہی نہیں جاسکتے۔ پھر جو شخص ان آفات سے بچ جاتا ہے، وہ "به تقویٰ رسید" یعنی تقویٰ (خدا ترسی اور پرہیز گاری) تک پہنچ جاتا ہے۔ تقویٰ اسلام کا ایک

مرکزی تصور ہے جو ہر نیکی کی بنیاد ہے۔ یہ قول بتاتا ہے کہ سکوت کا تعلق محض روحانی ترقی سے نہیں بلکہ بنیادی اخلاقی اصلاح سے بھی ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو زبان کی آفات سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا علمی اور تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت اس کی اخلاقی اصلاح کا سب سے آسان اور مؤثر ذریعہ ہے۔

شیخ ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے:

«لسان، ترجمانِ قلب است و سکوت، ترجمانِ عقل. هر که خواهد قلب و عقلش را اصلاح کند، باید زبان را دربند کند»[23]

ترجمہ: "زبان، دل کی ترجمان ہے اور سکوت، عقل کی ترجمان۔ جو اپنے دل اور عقل کی اصلاح کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ زبان کو قید کر لے۔"

غزالی نے اس قول میں ایک بہت گہرا نفسیاتی اور روحانی نکتہ بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق "زبان، ترجمانِ قلب است" یعنی زبان دل کے جذبات اور خیالات کا اظہار کرتی ہے۔ جب انسان بولتا ہے تو اس کا دل کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ لیکن "سکوت، ترجمانِ عقل است" یعنی سکوت عقل کی ترجمانی کرتا ہے، کیونکہ خاموشی میں انسان سوچتا ہے، غور کرتا ہے، اور عقل کو کام کرنے دیتا ہے۔ جو شخص اپنے دل اور عقل دونوں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ "زبان را دربند کند" یعنی زبان کو قید کر لے۔ کیونکہ جب زبان قید ہو گی تو دل کے منفی جذبات بے قابو ہو کر باہر نہیں نکلیں گے، اور عقل کو کام کرنے کا موقع ملے گا۔ یہ ایک انتہائی اہم تعلیم ہے کہ سکوت نہ صرف دل کی اصلاح کرتا ہے بلکہ عقل کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت عقل کی نشوونما کا ذریعہ ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کا تعلق صرف روحانیت سے نہیں بلکہ عقلی اور فکری ترقی سے بھی ہے۔

شیخ روزبان بقلی نے عبہر العاشقین میں تحریر کیا ہے:

«سکوت، تزکیۀ نفس است و تزکیۀ نفس، شرطِ اولِ سلوک. بی‌سکوت، نفس چنان سرکش شود که هیچ ریاضتی او را رام نکند»[24]

ترجمہ: "سکوت، نفس کی تزکیہ ہے اور نفس کی تزکیہ، سلوک کی پہلی شرط ہے۔ سکوت کے بغیر نفس اتنا سرکش ہو جاتا ہے کہ کوئی ریاضت اسے قابو میں نہیں لا سکتی۔"

شیخ روزبان نے اس قول میں سکوت کو "تزکیۂ نفس" (نفس کی اصلاح اور پاکیزگی) قرار دیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ "تزکیۂ نفس، شرطِ اولِ سلوک" ہے، یعنی روحانی سفر (سلوک) کی پہلی شرط نفس کی اصلاح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلوک کا آغاز ہی نفس کی اصلاح سے ہوتا ہے، اور نفس کی اصلاح کا پہلا اور اہم ترین ذریعہ سکوت ہے۔ اگر سکوت نہ ہو تو "نفس چنان سرکش شود" یعنی نفس اتنا سرکش اور بے قابو ہو جاتا ہے کہ "ھیچ ریاضتی او را رام نکند" یعنی کوئی بھی ریاضت (مشقت، مجاہدہ، عبادت) اسے قابو میں نہیں لا سکتی۔ یہ ایک بہت اہم انتباہ ہے کہ سکوت کے بغیر تمام ریاضتیں بے اثر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چشتی سلسلے میں سکوت کو ریاضت کا پہلا اور اہم ترین جزو قرار دیا گیا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ بغیر سکوت کے کوئی بھی روحانی مشق کارگر نہیں ہوتی۔ قاری کے لیے اس قول کا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ واقعی روحانی ترقی چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے سکوت سیکھنا ہو گا۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی نے مصنفات میں تحریر کیا ہے:

«نفس، درختِ زقومِ دل است و سکوت، آتشِ این درخت. تا زبان خاموش نباشد، این درخت هر دم شاخه‌ای تازه برآرد»[25]

ترجمہ: "نفس، دل کا زقوم کا درخت ہے اور سکوت، اس درخت کی آگ ہے۔ جب تک زبان خاموش نہ ہو، یہ درخت ہر دم ایک نئی شاخ نکالتا ہے۔"

شیخ سمنانی نے اس قول میں بہت خوبصورت اور مؤثر استعارہ استعمال کیا ہے۔ انہوں نے نفس کو "درختِ زقوم" سے تشبیہ دی ہے۔ زقوم جہنم کا ایک بہت تلخ اور بدبودار درخت ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ نفس کو اس سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ نفس بھی اسی طرح دل کے لیے زہریلا اور تباہ کن ہے۔ اور سکوت کو انہوں نے "آتشِ این درخت" یعنی اس درخت کی آگ قرار دیا ہے، جو اسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "تا زبان خاموش نباشد، این درخت ھر دم شاخہ ای تازہ بر آرد" یعنی جب تک زبان خاموش نہ ہو، یہ درخت ہر دم ایک نئی شاخ نکالتا رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان بولتا ہے تو اس کا نفس ہر لفظ کے ساتھ نئی شاخیں نکالتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے، لیکن جب وہ خاموش ہوتا ہے تو یہ آگ اس درخت کو جلا کر ختم کر دیتی ہے۔ یہ ایک بہت طاقتور اور گہرا استعارہ ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی نفس کو اسی طرح ایک خطرناک دشمن قرار دیا ہے جسے سکوت کے ذریعے زیر کیا جا سکتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ ہر لفظ جو وہ بولتا ہے، اس کا نفس کو خوراک دیتا ہے، اور ہر خاموشی اس کے نفس کو کمزور کرتی ہے۔

4. تربیتی اثرات

سکوت کے تربیتی اثرات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یہ نہ صرف دل کی تربیت کرتا ہے بلکہ عقل کو بھی غور و فکر کی طرف مائل کرتا ہے۔ جب انسان خاموش ہوتا ہے تو اس کے ذہنی افعال میں ایک خاص قسم کی تیزی اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ وہ چیزوں کو زیادہ باریک بینی سے دیکھنے اور سمجھنے لگتا ہے۔

اقبالؒ نے اس سلسلے میں کہا ہے:

«سکوت، مومن را خدا آگہ کند * از سخن، مرغ دلش را پر زند»[26]

ترجمہ: "سکوت، مومن کو خدا سے آگاہ کرتا ہے * گفتار سے اس کے دل کے پرندے کو اڑان دیتا ہے۔"

اقبالؒ نے اس شعر میں سکوت کے اعلیٰ ترین تربیتی اثر کو بیان کیا ہے۔ "سکوت، مومن را خدا آگہ کند" یعنی سکوت مومن کو خدا سے آگاہ کر دیتا ہے۔ یہاں "آگہی" سے مراد صرف معلومات نہیں بلکہ ایک گہری شعوری کیفیت ہے جہاں انسان خدا کی قربت اور موجودگی کو محسوس کرتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں "از سخن، مرغ دلش را پر زند" یعنی گفتار سے اس کے دل کے پرندے کو اڑان دیتا ہے۔ "مرغ دل" دل کے پرندے کا استعارہ ہے جو روح اور اس کی پرواز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب انسان بولتا ہے تو اس کا دل قید ہو جاتا ہے، لیکن جب وہ خاموش ہوتا ہے تو اس کا دل پرندے کی طرح پرواز کرنے لگتا ہے۔ یہ شعر سکوت کو آزادی، آگہی اور روحانی پرواز کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت ان کے دلوں کو پرواز کی طاقت دیتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خاموشی اسے مادی اور ذہنی قید سے نکال کر روحانی آزادی کی طرف لے جاتی ہے۔

شیخ ابو علی دقاق نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

«سکوت، اوّلِ ادب است و آخرِ ادب، سکوت. ھرکہ سکوت نیاموزد، ھرگز ادب نیاموزد»[27]

ترجمہ: "سکوت، ادب کا آغاز ہے اور ادب کا انجام بھی سکوت ہے۔ جس نے سکوت نہیں سیکھا، اس نے کبھی ادب نہیں سیکھا۔"

شیخ ابو علی دقاق نے اس قول میں سکوت کو "ادب" (حسنِ اخلاق، شائستگی اور بہترین طرزِ عمل) کا آغاز اور انجام قرار دیا ہے۔ ادب کا آغاز سکوت سے ہوتا ہے، کیونکہ جب تک انسان خاموش رہنا نہیں سیکھتا، وہ دوسروں کی بات سن نہیں سکتا، غور نہیں کر سکتا، اور مناسب جواب نہیں دے سکتا۔ اور ادب کا انجام بھی سکوت ہے، کیونکہ جب انسان ادب کی بلند ترین منزلوں پر پہنچ جاتا ہے، تو وہ سمجھتا ہے کہ بہت سی جگہوں پر خاموش رہنا ہی بہترین ادب ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "ھر کہ سکوت نیاموزد، ھر گز ادب نیاموزد" یعنی جس نے سکوت نہیں سیکھا، اس نے کبھی ادب نہیں سیکھا۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، لیکن یہ صوفیانہ تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو ادب کے مراتب سکھاتے ہوئے سب سے پہلے سکوت کا سبق دیا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ واقعی ایک مہذب اور باادب انسان بننا چاہتا ہے، تو اسے سب سے پہلے خاموش رہنا سیکھنا ہو گا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر کیا ہے:

«ثمرهٔ سکوت، سلامتِ قلب است و سلامتِ قلب، مفتاحُ کلِّ خیر. هرکه خواهد همهٔ خیرها به او رسد، باید سکوت را پیشه کند»[28]

ترجمہ: "سکوت کا پھل، دل کی سلامتی ہے اور دل کی سلامتی، ہر خیر کی کنجی ہے۔ جو چاہتا ہے کہ تمام خیرات اسے پہنچیں، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔"

شیخ سہروردی نے اس قول میں سکوت کے تربیتی اثرات کو "ثمر" (پھل) سے تعبیر کیا ہے۔ سکوت کا پھل "سلامتِ قلب" ہے، یعنی دل کا صحت مند، پاکیزہ اور سکون والا ہونا۔ یہ دل کی وہ حالت ہے جہاں کوئی کدورت، کوئی حسد، کوئی بغض، کوئی غفلت باقی نہیں رہتی۔ اور "سلامتِ قلب" کو انہوں نے "مفتاحُ کلِّ خیر" یعنی ہر خیر کی کنجی قرار دیا ہے۔ جب دل سلامت ہو تو ہر قسم کی خیر، دنیوی بھی اور اخروی بھی، اس دل تک پہنچتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ "همهٔ خیرها" یعنی تمام خیرات اسے پہنچیں، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔ یہ قول سکوت کو خیرات کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو بتایا ہے کہ سکوت ان کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں لائے گا۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کا تعلق صرف روحانیت سے نہیں بلکہ اس کی زندگی کے ہر پہلو میں بھلائی لانے سے ہے۔

امیر حسن سجزی نے فوائد الفواد کی ایک مجلس میں حضرت نظام الدینؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

«سکوت، خلقِ پیرانِ طریقت است و هرکه در این خلق متخلق نشود، از پیرانِ طریقت بهره‌ای نبرد»[29]

ترجمہ: "سکوت، پیرانِ طریقت کا خلق (کردار) ہے اور جو اس خلق سے متخلق نہ ہو (یہ کردار اختیار نہ کرے)، وہ پیرانِ طریقت سے کوئی فیض نہیں اٹھاتا۔"

اس قول میں حضرت نظام الدینؒ نے سکوت کو "خلقِ پیرانِ طریقت" یعنی صوفیانہ راہ کے بزرگوں کا خاص کردار قرار دیا ہے۔ "خلق" سے مراد وہ اخلاقی اور روحانی خوبیاں ہیں جو کسی شخص کا دوسرے درجہ دیتی ہیں۔ یہاں انہوں نے سکوت کو پیرانِ طریقت کی پہچان بنایا ہے۔ پھر فرمایا: "هرکه در این خلق متخلق نشود" یعنی جو اس کردار کو اپنا نہیں بناتا، "از پیرانِ طریقت بهره‌ای نبرد" یعنی وہ پیرانِ طریقت سے کوئی فیض اور برکت حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سکوت نہ صرف ایک خوبی ہے بلکہ یہ فیض یابی کی شرط بھی ہے۔ جو مرید سکوت اختیار نہیں کرتا، وہ اپنے شیخ کی صحبت سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا جو اسے اٹھانا چاہیے، کیونکہ سکوت کے بغیر دل مستعد نہیں ہوتا۔ فوائد الفواد کا یہ قول سکوت کو طریقت کا ایک بنیادی اصول قرار دیتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے اہم تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ کسی روحانی بزرگ سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اسے سب سے پہلے سکوت سیکھنا ہوگا، ورنہ وہ اس فیض سے محروم رہے گا۔

مبحث سوم: سکوت کے عملی مظاہر

سکوت کے نظریاتی اور صوفیانہ پہلوؤں کے بعد اب اس کے عملی مظاہر کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ سکوت کوئی محض ذہنی یا روحانی کیفیت نہیں بلکہ اس کے روزمرہ زندگی میں واضح اور قابلِ عمل مظاہر ہیں۔ ان میں توقف (جلد بازی سے گریز)، اجمال (مختصر گوئی)، خاموشی کے مخصوص طریقے، اور روحانی تربیت پر اثرات شامل ہیں۔

1. توقف

سکوت کا ایک اہم عملی مظہر "توقف" ہے یعنی کسی بات کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ ٹھہر کر سوچنا۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہ تعلیم دی کہ جب کوئی سوال کیا جائے تو فوری جواب دینے کی بجائے توقف اختیار کرو، تاکہ دل سے صحیح جواب ابھر کر آئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

«توقف، نشانهٔ عقل است و بی‌توقفی، نشانهٔ جهل. هرکه پیش از آنکه اندیشه کند، سخن گوید، پشیمان شود»[30]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: "توقف، عقل کی علامت ہے اور بے توقفی، جہالت کی علامت۔ جو شخص سوچنے سے پہلے بات کرتا ہے، پشیمان ہوتا ہے۔"

یہ قول حضرت نظام الدینؒ کا سکوت کے عملی پہلو پر ایک بہت اہم رہنما اصول ہے۔ انہوں نے "توقف" (ٹھہرنا، رکنا، تامل کرنا) کو "نشانۂ عقل" (عقل کی علامت) قرار دیا ہے، جبکہ "بی توقفی" (بغیر رکے بولنا، جلد بازی) کو "نشانۂ جھل" (جہالت کی علامت) کہا ہے۔ پھر وہ فرماتے ہیں: "ھر کہ پیش از آنکہ اندیشہ کند، سخن گوید، پشیمان شود" یعنی جو شخص سوچنے سے پہلے بولتا ہے، وہ پشیمان ہوتا ہے۔ یہ ایک تجرباتی حقیقت ہے کہ زیادہ تر باتیں جو جلدی میں کی جاتی ہیں، بعد میں پشیمانی کا سبب بنتی ہیں۔ توقف کا مطلب یہ نہیں کہ انسان بالکل بولے ہی نہیں، بلکہ یہ کہ وہ بولنے سے پہلے ٹھہرے، سوچے، اور پھر بولے۔ یہ سکوت کی ایک شکل ہے، کیونکہ یہ زبان کو بے لگام ہونے سے روکتی ہے۔ فوائد الفواد میں یہ قول بار بار مختلف انداز میں آیا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا عملی اور تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ بولنے سے پہلے چند سیکنڈ کا توقف اختیار کرنے کی عادت ڈالے۔ یہ عادت اسے بہت سے جھگڑوں، غلط فہمیوں اور پشیمانیوں سے بچائے گی۔

شیخ ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے:

«توقف عند الكلام، نصفُ العبادة وتركُ التوقف، نصفُ المعصية. فمن أراد السلامة، فليتوقف»[31]

ترجمہ: "بات کرتے وقت توقف کرنا، آدھی عبادت ہے اور توقف کو چھوڑنا، آدھی معصیت ہے۔ پس جو شخص سلامتی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ توقف کرے۔"

غزالی نے اس قول میں توقف کی اہمیت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، لیکن یہ صوفیانہ تعلیمات میں ایک حقیقت ہے۔ انہوں نے "توقف عند الکلام" یعنی بولتے وقت توقف کرنا (بولنے سے پہلے رک کر سوچنا) کو "نصفُ العبادۃ" یعنی آدھی عبادت قرار دیا ہے، جبکہ "ترکُ التوقف" یعنی توقف کو چھوڑ کر جلدی سے بول دینا کو "نصفُ المعصیۃ" یعنی آدھی معصیت کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توقف کرنا اتنا بڑا نیک عمل ہے جتنی کہ عبادت کا آدھا حصہ، اور نہ کرنا اتنا بڑا گناہ ہے جتنا کہ معصیت کا آدھا حصہ۔ پھر وہ کہتے ہیں: "فمن أراد السلامۃ، فلیتوقف" یعنی جو شخص سلامتی (دنیاوی اور اخروی) چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ توقف کرے۔ یہ قول اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ توقف کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ اس کا تعلق عبادت، گناہ اور سلامتی سے ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ توقف کو عبادت سمجھ کر کیا جائے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ وہ توقف کو ایک معمولی اخلاقی ہدایت نہ سمجھے بلکہ اسے عبادت کی طرح اہمیت دے۔

شیخ ابو الحسن خرقانی نے فرمایا:

«توقف، درِ حکمت است و هر که در این دروارد نشود، از حکمت بی‌بهره ماند»[32]

ترجمہ: "توقف، حکمت کا دروازہ ہے اور جو اس دروازے میں داخل نہ ہوا، وہ حکمت سے محروم رہا۔"

شیخ خرقانی نے اس قول میں توقف کو "درِ حکمت" یعنی حکمت کا دروازہ قرار دیا ہے۔ "حکمت" سے مراد گہری سمجھ، بصیرت، اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ جس طرح کسی دروازے سے بغیر گزرے اندر نہیں جا سکتا، اسی طرح بغیر توقف کے حکمت کے اندر نہیں جا سکتا۔ پھر وہ کہتے ہیں: "ھر کہ در این در وارد نشود، از حکمت بی بھرہ ماند" یعنی جو اس دروازے میں داخل نہ ہوا، وہ حکمت سے محروم رہ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توقف حکمت کا ذریعہ ہے، اور بغیر توقف کے انسان کبھی بھی صاحبِ حکمت نہیں بن سکتا۔ یہ ایک بہت اہم تعلیم ہے، خاص کر آج کے دور میں جب لوگ جلدی میں بولنے اور فیصلے کرنے کے عادی ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ توقف انہیں بصیرت اور حکمت عطا کرے گا۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خاموشی اور توقف اسے بہتر فیصلے کرنے کی صلاحیت دے گا۔

شیخ نجیب الدین سہروردی نے آداب المریدین میں لکھا ہے:

«توقف، سنتِ پیغمبر است و ترکِ توقف، بدعت. هر که سنت را زنده کند، اجرِ عظیم یابد»[33]

ترجمہ: "توقف، پیغمبر کی سنت ہے اور توقف کو چھوڑنا بدعت ہے۔ جو سنت کو زندہ کرتا ہے، وہ بڑا اجر پاتا ہے۔"

شیخ نجیب الدین نے اس قول میں توقف کو "سنتِ پیغمبر" قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی بات کرنے سے پہلے توقف فرماتے تھے، جلدی میں نہیں بولتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی گفتار میں ٹھہراؤ اور وضاحت ہوتی تھی، اور آپ ﷺ کبھی بے سوچے سمجھے کوئی بات

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نہیں فرماتے تھے۔اس لیے توقف کو "سنت" کہنا بجا ہے۔اس کے برعکس "ترکِ توقف" (بغیر توقف کے بولنا) کو انہوں نے "بدعت" قرار دیا ہے، کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔پھر وہ کہتے ہیں: "ھر کہ سنت راز ندہ کند، اجرِ عظیم یابد" یعنی جو سنت کو زندہ کرتا ہے، وہ بڑا اجر پاتا ہے۔اس قول سے یہ سبق ملتا ہے کہ توقف صرف ایک عقلی یا اخلاقی عمل نہیں بلکہ ایک دینی عمل بھی ہے جس پر اجر ملتا ہے۔فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو سنت کی پیروی کی تلقین کی ہے، اور توقف کو بھی اسی زمرے میں شامل کیا ہے۔قاری کے لیے اس قول کا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ توقف کو نہ صرف ایک دانشمندانہ عمل سمجھے بلکہ ایک دینی فریضہ بھی سمجھے۔

مولانا جلال الدین روم نے مثنوی معنوی میں فرمایا:

«توقف کن درسخن، ای تندگوی * تا نیفتی دربلا و بدخلوی»[34]

ترجمہ: "بات میں توقف کر، اے تیز بولنے والے * تاکہ بلا اور بداخلاقی میں نہ پڑ جاؤ۔"

مولانا روم نے اس شعر میں "تندگوی" (جلد باز، تیز بولنے والے) شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ "در سخن توقف کن" یعنی اپنی بات میں توقف کرے، ٹھہر کر بولے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو "نیفتی دربلا و بدخلوی" یعنی وہ بلا (مصیبت، پریشانی) اور بداخلاقی میں پڑ جائے گا۔جلد بازی سے بولی گئی باتیں اکثر جھگڑوں، لڑائیوں، اور تعلقات کی خرابی کا سبب بنتی ہیں، جسے روم نے "بلا" اور "بدخلوی" سے تعبیر کیا ہے۔یہ شعر ایک انتباہ ہے کہ بے توقفی کے نتائج بہت سنگین ہو سکتے ہیں۔فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو اسی طرح خبردار کیا ہے کہ بے توقفی سے بچو۔قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا عملی اثر یہ ہے کہ وہ اپنی گفتار میں توقف کو معمول بنالے تاکہ وہ ان بلاوں اور بداخلاقیوں سے بچ سکے جن کا ذکر روم نے کیا ہے۔

2. اجمال (مختصر گوئی)

سکوت کا دوسرا عملی مظہر "اجمال" یعنی مختصر اور جامع اظہار ہے۔صوفیاء ہمیشہ طوالت سے گریز کرتے تھے اور اپنی بات کو مختصر اور پُر معنی الفاظ میں پیش کرتے تھے۔فوائد الفواد کی مجالس میں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ حضرت نظام الدینؒ نے کم الفاظ میں گہرے معانی بیان کیے ہیں۔

امیر حسن سجزی نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

«شیخ ما، هیچگاه سخن را طول نمی‌دادند و هر معنی را در اندک لفظی چنان جامع بیان می‌کردندی که گویی دریک قطره، دریایی پنهان بود»[35]

ترجمہ: "ہمارے شیخ، کبھی بھی بات کو طول نہیں دیتے تھے اور ہر معنی کو تھوڑے الفاظ میں اس قدر جامع بیان کرتے تھے گویا ایک قطرے میں سمندر چھپا ہو۔"

یہ امیر حسن سجزی کا اپنے شیخ حضرت نظام الدینؒ کے بارے میں ایک نہایت خوبصورت اور مؤثر بیان ہے۔وہ کہتے ہیں کہ "شیخ ما، هیچگاه سخن را طول نمی دادند" یعنی ہمارے شیخ کبھی بات کو لمبا نہیں کرتے تھے، وہ ہمیشہ مختصر گفتگو کرتے تھے۔لیکن یہ مختصر گفتگو معمولی نہیں ہوتی تھی بلکہ "هر معنی را در اندک لفظی چنان جامع بیان می کردندی" یعنی ہر معنی کو تھوڑے سے الفاظ میں اس قدر جامع اور مکمل بیان کر دیتے تھے کہ "گویی در یک قطره، دریایی پنهان بود" گویا ایک قطرے میں پورا سمندر چھپا ہوا ہو۔یہ اجمال (مختصر گوئی) کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔یہ سکوت کی ایک شکل ہے، کیونکہ جب انسان کم بولتا ہے تو وہ دراصل زیادہ بولنے سے بچتا ہے، اور یہی سکوت ہے۔لیکن ساتھ ہی وہ اتنا جامع بولتا ہے کہ اس کے مختصر الفاظ میں بہت کچھ آ جاتا ہے۔فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ کے ملفوظات اسی اصول پر مرتب کیے گئے ہیں۔قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ لمبی اور بے معنی گفتگو سے بچے، اور اپنی بات کو مختصر، جامع اور پُر معنی بنانے کی کوشش کرے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے خود ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

«کم گوی و جامه گوی، که این از خلقِ انبیاست و بسیارگویی، از خلقِ شیطان»[36]

ترجمہ: "کم بولو اور جامع بولو، کیونکہ یہ انبیاء کا خلق (کردار) ہے اور بہت بولنا، شیطان کا خلق ہے۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ قول خود حضرت نظام الدینؒ کا ہے اور اس میں انہوں نے "کم گوئی" (کم بولنا) اور "جامع گوئی" (جامع بولنا) کو انبیاء کا کردار قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس "بہت گوئی" (زیادہ بولنا) کو شیطان کا کردار کہا ہے۔ یہ ایک بہت سخت اور واضح موقف ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ کم بولتے تھے لیکن ان کے کم الفاظ میں بہت گہرے معانی ہوتے تھے۔ شیطان کی صفت یہ ہے کہ وہ بہت بولتا ہے، لوگوں کو بہکاتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، اور فضول باتیں کرتا ہے۔ اس لیے حضرت نظام الدینؒ اپنے مریدین کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ انبیاء کے اس کردار کو اپنائیں، شیطان کے کردار سے بچیں۔ یہ قول سکوت کے عملی مظہر "اجمال" کو ایک دینی اور روحانی ضرورت بنا دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں یہ قول مریدین کے لیے ایک اہم رہنما اصول ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ وہ کم اور جامع بولنے کو ایک نبوی صفت سمجھے اور اسے اپنانے کی کوشش کرے۔

شیخ سعدی نے گلستان میں نظم کیا ہے:

«سخن را اگر چه دل انگیز باشد * ولیکن کم سخن به که بسیار گویی»[37]

ترجمہ: "گفتار اگرچہ دل انگیز ہوتی ہے * لیکن کم گوئی بہتر ہے بہت گوئی سے۔"

شیخ سعدی نے اس شعر میں ایک عام اصول بیان کیا ہے کہ چاہے بات کتنی ہی دل انگیز کیوں نہ ہو، لیکن "کم سخن" (کم بولنا) "بسیار گویی" (بہت بولنے) سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت بولنے میں اکثر فضول باتیں، غلطیاں، اور پشیمانیاں شامل ہو جاتی ہیں، جبکہ کم بولنے میں انسان اپنے الفاظ پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے۔ یہ شعر سکوت کے عملی پہلو "اجمال" کی عکاسی کرتا ہے۔ سعدی نے یہاں یہ نہیں کہا کہ بالکل ہی مت بولو، بلکہ یہ کہ کم بولو۔ اور یہی سکوت کا ایک اہم مظہر ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ وہ بہت بولنے سے بچیں۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا عملی اثر یہ ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی گفتگو میں اعتدال اختیار کرے، ضرورت سے زیادہ بولنے سے بچے، اور جہاں تک ممکن ہو اپنی بات کو مختصر رکھے۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے کشف الاسرار میں فرمایا:

«کم گویی، دلیلِ عقل است و بسیارگویی، دلیلِ جهل. عاقل، آن است که سخن را به قدرِ حاجت گوید»[38]

ترجمہ: "کم گوئی، عقل کی دلیل ہے اور بہت گوئی، جہالت کی دلیل۔ عاقل وہ ہے جو بات کو ضرورت کے بقدر کہے۔"

خواجہ انصاری نے اس قول میں کم گوئی کو "دلیلِ عقل" (عقل کی دلیل) اور بہت گوئی کو "دلیلِ جھل" (جہالت کی دلیل) قرار دیا ہے۔ پھر وہ عاقل کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "عاقل، آن است کہ سخن را بہ قدرِ حاجت گوید" یعنی عاقل وہ ہے جو بات کو ضرورت کے بقدر کہے، نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔ یہاں "قدرِ حاجت" کا تصور بہت اہم ہے۔ بعض اوقات ضرورت کے بقدر بولنا بھی بہت زیادہ ہو سکتا ہے، اور بعض اوقات تھوڑا سا بولنا بھی کم ہو سکتا ہے۔ لیکن عاقل وہ ہے جو ہر موقع پر یہ اندازہ کر لے کہ اسے کتنا بولنا ہے۔ یہی اجمال اور سکوت کا عملی مظہر ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ وہ عاقل بنیں اور ضرورت کے بقدر بولیں۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ بولنے سے پہلے یہ سوچے کہ کیا واقعی یہ بات ضروری ہے، اور اگر ہے تو کتنی ضروری ہے، اور اس کے مطابق بولے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر کیا ہے:

«ثمرهٔ اجمال، فهمِ مخاطب است و ثمرهٔ اطناب، ملالِ مخاطب. فمن أراد أن يفهم، فليوجز و من أراد أن يمل، فليطنب»[39]

ترجمہ: "اجمال (مختصر گوئی) کا پھل، مخاطب کی سمجھ ہے اور اطناب (لمبی گفتگو) کا پھل، مخاطب کی اکتاہٹ ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ سمجھا جائے، وہ مختصر بولے اور جو چاہتا ہے کہ لوگ اکتا جائیں، وہ لمبی گفتگو کرے۔"

شیخ سہروردی نے اس قول میں اجمال اور اطناب کے مختلف نتائج بیان کیے ہیں۔ "اجمال" (مختصر اور جامع گفتگو) کا پھل "فہمِ مخاطب" ہے، یعنی سننے والا بات کو اچھی طرح سمجھ جاتا ہے۔ جبکہ "اطناب" (لمبی اور فضول گفتگو) کا پھل "ملالِ مخاطب" ہے، یعنی سننے والا اکتا جاتا ہے اور اس کی توجہ بھٹک جاتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی بات سمجھی جائے، اسے مختصر بولنا چاہیے، اور جو چاہتا ہے کہ لوگ اس سے اکتا جائیں، وہ لمبی گفتگو کرے۔ یہ ایک عملی حقیقت ہے کہ لمبی تقریریں اور باتیں اکثر لوگوں کو اکتا دیتی ہیں، جبکہ مختصر اور جامع باتیں زیادہ اثر کرتی ہیں۔ یہ سکوت کے عملی مظہر "اجمال" کی اہمیت کو

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

واضح کرتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ کی مجالس کی یہی خصوصیت تھی کہ وہ مختصر مگر جامع گفتگو فرماتے تھے، جس کی وجہ سے مریدین بڑی توجہ سے سنتے تھے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ اپنی گفتگو کو مختصر اور جامع بنانے کی کوشش کرے تاکہ لوگ اسے بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

3. خاموشی کے طریقے

سکوت کی عملی مشقیں بھی صوفیانہ تربیت کا اہم حصہ ہیں۔ ان میں دن میں مختصر توقف کے اوقات مقرر کرنا، مراقبہ کی مشق کرنا، اور دل کی خاموشی حاصل کرنا شامل ہیں۔ فوائد الفواد میں ان مشقوں کا ذکر کئی جگہ ملتا ہے۔

شیخ ابو حفص شہاب الدین سہروردی نے فرمایا ہے:

«تمرین سکوت، آن است که هرروزساعتی بنشینی وزبان ودل را ازهمه چیزببندی، مگرازیاد خدا»[40]

ترجمہ: "سکوت کی مشق یہ ہے کہ ہر روز ایک گھنٹہ بیٹھو اور زبان اور دل کو ہر چیز سے بند کرو، سوائے خدا کے ذکر کے۔"

یہ قول شیخ سہروردی کا سکوت کی عملی مشق کے بارے میں ایک واضح اور قابلِ عمل ہدایت ہے۔ انہوں نے "تمرین سکوت" (سکوت کی مشق) کو "ہر روز ساعتی بنشینی" یعنی ہر روز ایک گھنٹہ بیٹھنے سے تعبیر کیا ہے۔ اس ایک گھنٹے میں انسان کو چاہیے کہ "زبان و دل را از ھمہ چیز بندی" یعنی زبان اور دل کو ہر چیز سے بند کر دے، "مگر از یاد خدا" یعنی سوائے خدا کے ذکر کے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان کو تو بند کرے ہی، لیکن ساتھ ہی اپنے دل کو بھی تمام دنیاوی خیالات، فکروں، اور مشغلوں سے بند کرے، اور صرف خدا کے ذکر میں مشغول رہے۔ یہ ایک مکمل سکوت کی مشق ہے جس میں ظاہر (زبان) اور باطن (دل) دونوں شامل ہیں۔ یہ مشق ابتدا میں مشکل لگتی ہے، لیکن مسلسل مشق سے انسان کو سکوت کی عادت ہو جاتی ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو ایسی ہی مشقوں کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا عملی اثر یہ ہے کہ وہ روزانہ کچھ وقت نکال کر اس مشق کو کرے، چاہے پانچ منٹ سے شروع کرے، اور آہستہ آہستہ اسے بڑھاتا جائے۔

شیخ ابو سعید ابی الخیر نے اسرار التوحید میں فرمایا:

«سکوت، در ابتدا، ریاضتِ لسان است و در میانه، ریاضتِ قلب و در انتها، ریاضتِ سر. هرکه در این هر سه قدم نهد، به مقصود رسد»[41]

ترجمہ: "سکوت، ابتدا میں زبان کی ریاضت ہے، درمیان میں دل کی ریاضت، اور آخر میں باطن (سر) کی ریاضت۔ جو ان تینوں میں قدم رکھتا ہے، وہ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔"

شیخ ابو سعید نے اس قول میں سکوت کی مشق کے تین مراحل بیان کیے ہیں۔ "ابتداء" میں سکوت "ریاضتِ لسان" ہے، یعنی زبان کو مشقت کے ساتھ خاموش رکھنے کی عادت ڈالنا۔ یہ ابتدائی اور ظاہری مرحلہ ہے۔ "میانہ" (درمیانی مرحلے) میں سکوت "ریاضتِ قلب" ہے، یعنی دل کو دنیاوی خیالات اور نفسانی خواہشات سے خالی رکھنے کی مشق کرنا۔ یہ باطنی اور گہرا مرحلہ ہے۔ "انتہا" (آخری مرحلے) میں سکوت "ریاضتِ سر" ہے، یعنی باطن کے باطن (روح، سرّ) کو غیر اللہ کی توجہ سے خالی رکھنا۔ یہ اعلیٰ ترین مرحلہ ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "ھر کہ در این ھر سہ قدم نھد، بہ مقصود رسد" یعنی جو ان تینوں میں قدم رکھتا ہے، وہ اپنے مقصود (خدا کی معرفت اور وصال) تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ قول سکوت کی مشق کو ایک مکمل اور مرحلہ وار نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو انہی تین مراحل سے گزارا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی ایک دن کا کام نہیں بلکہ ایک طویل اور مرحلہ وار مشق ہے، اور اسے صبر کے ساتھ ان مراحل سے گزرنا ہوگا۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے مناجات نامے میں عرض کیا ہے:

«الهی، مرا چنان کن که سکوت من، ریاضت نباشد، بلکه طبیعتِ من گردد و زبانِ من، بی‌زحمت خاموش ماند»[42]

ترجمہ: "اے معبود! مجھے ایسا کر دے کہ میرا سکوت ریاضت نہ ہو، بلکہ میری طبیعت بن جائے، اور میری زبان بغیر مشقت کے خاموش رہے۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ خواجہ انصاری کی ایک نہایت عاجزانہ اور گہری مناجات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کا سکوت "ریاضت" (مشقت، زبردستی کی عادت) نہ ہو، بلکہ "طبیعت" (فطری عادت، دوسری فطرت) بن جائے۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ خاموش رہنا ان کے لیے اتنا آسان ہو جائے جتنا کہ بولنا دوسروں کے لیے آسان ہے، اور ان کی زبان "بی زحمت" (بغیر کسی مشقت اور کوشش کے) خاموش رہے۔ یہ سکوت کی مشق کا اعلیٰ ترین مقام ہے جہاں سکوت ایک تکلف نہیں بلکہ ایک فطری کیفیت بن جاتی ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو اس مقام تک پہنچنے کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس مناجات کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کی مشق کا آخری ہدف یہ ہے کہ یہ اس کی دوسری فطرت بن جائے، اور وہ اس کے لیے دعا بھی کرے۔

شیخ روزبان بقلی نے شرح شطیات میں تحریر کیا ہے:

«ازبرای سکوت، سه طریق است: طریقِ مبتدیان، طریقِ متوسطان، و طریقِ منتهیان. مبتدی، زبان بندد؛ متوسط، دل بندد؛ منتهی، سر بندد»[43]

ترجمہ: "سکوت کے تین طریقے ہیں: مبتدیوں کا طریقہ، متوسطوں کا طریقہ، اور منتھیوں کا طریقہ۔ مبتدی زبان بند کرتا ہے، متوسط دل بند کرتا ہے، منتھی باطن (سر) بند کرتا ہے۔"

شیخ روزبان نے اس قول میں سکوت کی مشق کے تین طریقے اور تین درجے بیان کیے ہیں۔ "مبتدیان" (ابتدائی منزلوں پر چلنے والے) کا طریقہ یہ ہے کہ وہ "زبان بندد" یعنی اپنی زبان کو بند کر لیں۔ یہ سب سے آسان اور ظاہری طریقہ ہے۔ "متوسطان" (درمیانی منزلوں پر چلنے والے) کا طریقہ یہ ہے کہ وہ "دل بندد" یعنی اپنے دل کو دنیاوی خیالات اور مشغلوں سے بند کر دیں۔ یہ زیادہ مشکل اور باطنی طریقہ ہے۔ "منتھیان" (آخری اور بلند ترین منزلوں پر پہنچنے والے) کا طریقہ یہ ہے کہ وہ "سر بندد" یعنی اپنے باطن (روح، سِرّ) کو غیر اللہ کی توجہ سے بند کر دیں۔ یہ سب سے مشکل اور اعلیٰ ترین طریقہ ہے۔ یہ تینوں طریقے سکوت کی مشق کے مختلف درجے ہیں۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو بتایا ہے کہ وہ پہلے زبان کی خاموشی سے شروع کریں، پھر آہستہ آہستہ دل کی خاموشی کی طرف بڑھیں، اور پھر باطن کی خاموشی کی طرف۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کی ایک ہی شکل نہیں بلکہ اس کی کئی شکلیں اور درجے ہیں، اور اسے اپنی استطاعت کے مطابق ان میں سے کسی درجے پر عمل کرنا چاہیے۔

4. روحانی تربیت پر اثر

سکوت کا روحانی تربیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ دل کی صفائی کا ذریعہ ہے اور معرفت کی افزائش کا سبب بنتا ہے۔ جب دل دنیاوی آلودگیوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اس میں حضور قلب پیدا ہوتا ہے۔

مولانا جلال الدین روم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

«هرکه سکوتِ دل کند، جانش صفا یابد * وزحضورِقلب، رازِ خدا پیدا یابد»[44]

ترجمہ: "جو دل کا سکوت کرے، اس کی جان صفائی پائے * اور حضور قلب سے، خدا کا راز پالے۔"

مولانا روم نے اس شعر میں سکوت کے روحانی اثرات کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ "سکوتِ دل" سے مراد دل کی مکمل خاموشی ہے جب وہ تمام دنیاوی شور اور نفسانی خواہشات سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس سکوت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "جانش صفا یابد" یعنی اس کی جان صفائی اور پاکیزگی حاصل کر لیتی ہے۔ پھر "وز حضورِ قلب" یعنی دل کے حضور (دل کی وہ کیفیت جہاں وہ مکمل طور پر حاضر اور متوجہ ہو) سے "رازِ خدا پیدا یابد" یعنی خدا کا راز اس پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں "پیدا یابد" کا مطلب ہے دریافت کر لینا، پالینا۔ یہ وہی مقام ہے جسے صوفیاء "کشف" اور "مکاشفہ" کہتے ہیں۔ رومؒ نے اس شعر میں سکوت کو کشف و مکاشفہ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت ان کے دلوں پر خدائی اسرار کے دروازے کھول دے گا۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی معمولی مشق نہیں بلکہ یہ اسے خدائی اسرار تک پہنچا سکتی ہے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی نے نورالعلوم میں فرمایا:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

«سکوت، مفتاحُ القلوب است و القلوب المفتوحة، مرایا الاسرار. هرکه خواهد که دلش مفتوح گردد، باید سکوت پیشه کند»[45]

ترجمہ: "سکوت، دلوں کی کنجی ہے اور کھلے ہوئے دل، اسرار کے آئینے ہیں۔ جو چاہتا ہے کہ اس کا دل کھل جائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔"

شیخ خرقانی نے اس قول میں سکوت کو "مفتاحُ القلوب" (دلوں کی کنجی) قرار دیا ہے۔ جس طرح بغیر کنجی کے تالا نہیں کھلتا، اسی طرح بغیر سکوت کے دل کا تالا نہیں کھلتا۔ اور "القلوب المفتوحة" یعنی کھلے ہوئے دل "مرایاالاسرار" یعنی خدائی اسرار کے آئینے ہوتے ہیں۔ جب دل کھل جاتا ہے، تو وہ اسرار کو اپنے اندر منعکس کرلیتا ہے، جیسے آئینہ کسی چیز کی تصویر منعکس کرتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "هرکه خواهد که دلش مفتوح گردد، باید سکوت پیشه کند" یعنی جو چاہتا ہے کہ اس کا دل کھل جائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔ یہ قول سکوت کو دل کے کھلنے اور اسرار کے ظاہر ہونے کا واحد ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کا دل بند ہے اور اسے خدائی حقیقتیں سمجھ نہیں آرہیں، تو اس کی وجہ سکوت کی کمی ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے مناجات نامے میں عرض کیا ہے:

«الهی، سکوت را وسیلهٔ حضورِقلب گردان و حضورِقلب را وسیلهٔ مشاهدهٔ جمالِ خود»[46]

ترجمہ: "اے معبود! سکوت کو حضور قلب کا ذریعہ بنا، اور حضور قلب کو اپنے جمال کے مشاہدے کا ذریعہ بنا۔"

یہ خواجہ انصاری کی ایک اور خوبصورت مناجات ہے۔ وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ "سکوت راوسیلۂ حضورِ قلب گردان" یعنی سکوت کو ان کے لیے "حضور قلب" (دل کی مکمل توجہ اور حاضر دماغی) کا ذریعہ بنادے۔ پھر "حضورِ قلب راوسیلۂ مشاهدهٔ جمالِ خود" یعنی حضور قلب کو اپنے جمال (حسن، خوبصورتی) کے مشاہدے کا ذریعہ بنادے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سکوت ⟵ حضور قلب ⟵ مشاہدۂ جمالِ الٰہی۔ یہ سلسلہ سکوت کے روحانی اثرات کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے: سکوت انسان کو حضور قلب کی دولت دیتا ہے، اور حضور قلب انسان کو خدا کے جمال کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت دیتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جسے صوفیاء "دیدارِ الٰہی" کہتے ہیں۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو اس مقام تک پہنچنے کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس مناجات کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کی مشق کا آخری اور حقیقی ہدف خدا کا دیدار ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر کیا ہے:

«ثمرهٔ سکوتِ روحانی، فناء فی الله است و فناء فی الله، بقاء بالله. هرکه خواهد که فانی فی الله شود، باید که سکوت را پیشه کند»[47]

ترجمہ: "روحانی سکوت کا پھل، فناء فی اللہ ہے اور فناء فی اللہ، بقاء باللہ ہے۔ جو چاہتا ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔"

شیخ سہروردی نے اس قول میں سکوت کے اعلیٰ ترین روحانی اثر کو بیان کیا ہے۔ "ثمرۂ سکوتِ روحانی" یعنی روحانی سکوت (جو صرف زبان کی نہیں بلکہ دل اور روح کی خاموشی ہے) کا پھل "فناء فی اللہ" ہے، یعنی اللہ میں فنا ہو جانا، اپنی انفرادیت کھو دینا، اور اللہ کی ذات میں اس طرح ضم ہو جانا کہ بندہ خود کو الگ محسوس نہ کرے۔ اور "فناء فی اللہ" کا نتیجہ "بقاء باللہ" ہے، یعنی اللہ کے ساتھ زندہ رہنا، اللہ کی حمایت اور نگرانی میں ابدی زندگی پانا۔ پھر وہ کہتے ہیں: "هرکه خواهد که فانی فی الله شود، باید که سکوت را پیشه کند" یعنی جو چاہتا ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔ یہ قول سکوت کو تصوف کے اعلیٰ ترین مقام "فنا" تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو اسی فنا کی تعلیم دی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کی مشق اسے صرف اخلاقی اصلاح یا معرفت تک ہی نہیں پہنچاتی بلکہ یہ اسے اللہ میں فنا ہونے کے بلند ترین مقام تک بھی پہنچا سکتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مبحث چہارم: سکوت کے اصولی اور تربیتی اثرات

سکوت کے نظریاتی، صوفیانہ اور عملی پہلوؤں کے بعد اب ہم اس کے اصولی اور تربیتی اثرات کا جائزہ لیں گے۔ یہ اثرات دراصل سکوت کے مجموعی نظام کا نچوڑ ہیں۔ ان میں دل کی پاکیزگی، معرفت اور بصیرت، اخلاقی اصلاح، اور فکری و روحانی ترقی شامل ہیں۔

1. دل کی پاکیزگی

سکوت کا پہلا اور سب سے اہم اصولی اثر دل کی پاکیزگی ہے۔ جب انسان فضول گوئی سے بچتا ہے تو اس کا دل آہستہ آہستہ ذہنی اور روحانی سکون حاصل کر لیتا ہے۔ یہ سکون دل کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

> «دلِ پاک، در سکوت حاصل آید و دلِ آلوده، در پرگویی. هر که خواهد دلش صافی گردد، زبان را در بند کند»[48]
>
> ترجمہ: "پاک دل سکوت سے حاصل ہوتا ہے اور آلودہ دل بہت بولنے سے۔ جو چاہتا ہے کہ اس کا دل صاف ہو جائے، وہ زبان کو قید کر لے۔"

یہ قول حضرت نظام الدینؒ کا سکوت کے اصولی اثرات پر ایک جامع اور واضح بیان ہے۔ انہوں نے "دلِ پاک" (پاک دل) کو "سکوت" سے حاصل ہونے والا اور "دلِ آلودہ" (آلودہ دل) کو "پر گویی" (بہت بولنے) سے حاصل ہونے والا قرار دیا ہے۔ "پر گویی" سے مراد فضول گوئی، بے مقصد باتیں، اور ضرورت سے زیادہ بولنا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "هر که خواهد دلش صافی گردد، زبان را در بند کند" یعنی جو چاہتا ہے کہ اس کا دل صاف ہو جائے، وہ زبان کو قید کر لے۔ یہ ایک بہت ہی عملی اور واضح ہدایت ہے۔ اس قول سے یہ اصول ملتا ہے کہ سکوت اور پاکیزگیِ دل کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جتنا انسان بولتا ہے، اس کا دل اسی قدر آلودہ ہوتا ہے، اور جتنا وہ خاموش رہتا ہے، اس کا دل اسی قدر پاک ہوتا ہے۔ فوائد الفواد میں یہ قول بار بار مختلف انداز میں آیا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ واقعی دل کی صفائی اور پاکیزگی چاہتا ہے، تو اسے اپنی زبان پر قابو رکھنا ہو گا۔

شیخ ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے:

> «القلب، مرآةُ اللسان و اللسان، مرآةُ القلب. فمن صفا لسانه، صفا قلبه و من كدر لسانه، كدر قلبه»[49]
>
> ترجمہ: "دل، زبان کا آئینہ ہے اور زبان، دل کا آئینہ۔ جس کی زبان صاف ہوئی، اس کا دل صاف ہوا اور جس کی زبان گندی ہوئی، اس کا دل گندا ہوا۔"

غزالی نے اس قول میں دل اور زبان کے باہمی تعلق کو بہت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق "القلب، مرآۃُ اللسان" یعنی دل زبان کا آئینہ ہے، مطلب یہ کہ دل کی حالت زبان پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور "اللسان، مرآۃُ القلب" یعنی زبان دل کا آئینہ ہے، مطلب یہ کہ زبان کی حالت دل کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ ایک دو طرفہ تعلق ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "فمن صفا لسانہ، صفا قلبہ" یعنی جس کی زبان صاف ہوئی (جو صاف اور پاکیزہ باتیں کرتا ہے، اور فضول گوئی سے بچتا ہے)، اس کا دل بھی صاف ہو جاتا ہے۔ اور "من کدر لسانہ، کدر قلبہ" یعنی جس کی زبان گندی ہوئی (جو بری باتیں کرتا ہے، غیبت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے)، اس کا دل بھی گندا ہو جاتا ہے۔ یہ قول سکوت کے اثر کو واضح کرتا ہے کہ زبان کی صفائی (جو سکوت سے حاصل ہوتی ہے) دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ فوائد الفواد میں بھی یہی تصور ملتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا علمی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی زبان کی حالت اس کے دل کی حالت کا پیمانہ ہے، اور وہ اپنی زبان کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا دل کیسا ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے کشف الاسرار میں فرمایا:

> «پاکیِ دل، در گروِ سکوتِ زبان است و سکوتِ زبان، در گروِ ترکِ علاقه. هر که علاقه ببرد، زبان ببندد و هر که زبان ببندد، دل پاک کند»[50]
>
> ترجمہ: "دل کی پاکیزگی، زبان کے سکوت کے موقوف ہے اور زبان کا سکوت، تعلق ترک کرنے کے موقوف ہے۔ جو تعلق توڑ لے، زبان بند کرے اور جو زبان بند کرے، دل پاک کرے۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خواجہ انصاری نے اس قول میں دل کی پاکیزگی، زبان کے سکوت، اور تعلق ترک کرنے کے درمیان ایک سلسلہ بیان کیا ہے۔ "پاکیِ دل، در گروِ سکوتِ زبان است" یعنی دل کی پاکیزگی زبان کے سکوت پر منحصر ہے۔ "وسکوتِ زبان، در گروِ ترکِ علاقہ" یعنی زبان کا سکوت "ترکِ علاقہ" (دنیا کے تعلق کو توڑنے) پر منحصر ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "ھر کہ علاقہ ببرد، زبان بند د" یعنی جو تعلق توڑ لے، وہ زبان بند کر لیتا ہے۔ "وھر کہ زبان بند د، دل پاک کند" یعنی جو زبان بند کر لے، وہ دل پاک کر لیتا ہے۔ اس طرح یہ ایک سلسلہ بن جاتا ہے: ترک علاقہ ⟵ سکوتِ زبان ⟵ پاکیِ دل۔ یہ قول بتاتا ہے کہ سکوت محض زبان کی بندش نہیں بلکہ اس سے پہلے تعلق ترک کرنے کا مرحلہ ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ پہلے دنیا سے دل کا تعلق توڑو، پھر زبان بند ہو گی، پھر دل پاک ہو گا۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کی مشق کا آغاز دنیا سے بے تعلقی سے ہوتا ہے۔

شیخ روزبان بقلی نے عبھر العاشقین میں تحریر کیا ہے:

> «دلِ پاک، آیینۂ اسرارِ حق است و این آیینه، جز در سکوت صیقل نیابد. هر که خواهد که دلش آیینۂ اسرارگردد، باید سکوت را صیقلِ دل گرداند»[51]
>
> ترجمہ: "پاک دل، حق کے اسرار کا آئینہ ہے اور یہ آئینہ، سکوت کے سوا صیقل نہیں پاتا۔ جو چاہتا ہے کہ اس کا دل اسرار کا آئینہ بن جائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو دل کی صیقل بنائے۔"

شیخ روزبان نے اس قول میں پاک دل کو "آیینۂ اسرارِ حق" (حق کے اسرار کا آئینہ) قرار دیا ہے۔ جس طرح آئینہ صاف ہو تو اس میں چیزیں صاف نظر آتی ہیں، اسی طرح جب دل پاک ہو تو اس میں خدائی اسرار منعکس ہوتے ہیں۔ لیکن یہ آئینہ "جز در سکوت صیقل نیابد" یعنی سکوت کے علاوہ کسی اور چیز سے صاف (صیقل) نہیں ہوتا۔ "صیقل" سے مراد وہ عمل جس سے آئینہ کو چمکایا جاتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "ھر کہ خواھد کہ دلش آیینۂ اسرار گردد، باید سکوت را صیقلِ دل گرداند" یعنی جو چاہتا ہے کہ اس کا دل اسرار کا آئینہ بن جائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنے دل کی صیقل بنائے، یعنی سکوت کے ذریعے اپنے دل کو چمکائے۔ یہ قول سکوت کو دل کی صفائی اور پاکیزگی کا واحد ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی یہی تصور ملتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت ہی اس کے دل کو چمکا سکتا ہے، اور چمکا ہوا دل ہی خدائی اسرار کو دیکھ سکتا ہے۔

2. معرفت اور بصیرت

سکوت کے ذریعے معرفت اور بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ جب دل دنیاوی مشغلوں سے خالی ہو کر سکون میں آتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے چراغ جلنے لگتے ہیں۔ یہ معرفت محض معلومات کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی بصیرت ہے جو انسان کو ہر چیز کی حقیقت دکھاتی ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری نے مناجات نامے میں عرض کیا ہے:

> «الهی، سکوت را وسیلۂ معرفت خویش گردان، تا در خاموشی، اسرارِ ملکوت را بینم»[52]
>
> ترجمہ: "اے معبود! سکوت کو اپنی معرفت کا ذریعہ بنا، تاکہ خاموشی میں ملکوت کے اسرار دیکھوں۔"

یہ خواجہ انصاری کی وہی مناجات ہے جو پہلے بھی آئی ہے، لیکن یہاں اسے معرفت کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ "سکوت را وسیلۂ معرفت خویش گردان" یعنی سکوت کو ان کے لیے خدائی معرفت کا ذریعہ بنا دے۔ پھر "تا در خاموشی، اسرارِ ملکوت را بینم" یعنی تاکہ خاموشی میں وہ ملکوت (غیبی اور روحانی عالم) کے اسرار دیکھ سکیں۔ یہاں "ملکوت" سے مراد وہ باطنی اور غیبی حقیقتیں ہیں جو عام آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ یہ قول بتاتا ہے کہ معرفت کا تعلق معلومات کی کثرت سے نہیں بلکہ اسرارِ ملکوت کے مشاہدے سے ہے، اور یہ مشاہدہ صرف خاموشی میں ممکن ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے۔ قاری کے لیے اس مناجات کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت اسے وہ بصیرت دے گا جو کتابوں سے نہیں ملتی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر کیا ہے:

> «معرفت، نورٌ یقذف فی القلب و هذا النور، لا یقذف الا فی القلب الساکن. و سکوتُ اللسان و سکوتُ القلب، یسکنان القلب»[53]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: "معرفت، ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے اور یہ نور صرف ساکن دل میں ڈالا جاتا ہے۔ اور زبان کا سکوت اور دل کا سکوت، دل کو ساکن کرتے ہیں۔"

شیخ سہروردی نے اس قول میں معرفت کو "نور" (روشنی) سے تعبیر کیا ہے جو "یقذف فی القلب" یعنی دل میں ڈالی جاتی ہے (پھینکی جاتی ہے)۔ یہ نور محنت اور کوشش سے نہیں بلکہ خدائی فضل سے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن یہ نور "لا یقذف الا فی القلب الساکن" یعنی صرف اس دل میں ڈالا جاتا ہے جو "ساکن" (ساکن، پرسکون، بے حرکت) ہو۔ اور "سکوتُ اللسان و سکوتُ القلب، یسکنان القلب" یعنی زبان کا سکوت اور دل کا سکوت، دل کو ساکن کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سکوت (زبانی اور قلبی) دل کو سکون بخشتا ہے، اور ساکن دل میں معرفت کا نور ڈالا جاتا ہے۔ یہ قول ایک واضح سلسلہ پیش کرتا ہے: سکوت ← سکونِ قلب ← معرفت۔ فوائد الفواد میں بھی یہی سلسلہ ملتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا علمی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ معرفت حاصل کرنے کے لیے اسے پہلے اپنے دل کو سکون دینا ہو گا، اور یہ سکون سکوت سے ہی ممکن ہے۔

شیخ علاء الدولہ سمنانی نے مصنفات میں تحریر کیا ہے:

«بصیرت، ثمرهٔ معرفت است و معرفت، ثمرهٔ سکوت. هر که خواهد که بصیرت یابد، باید که سکوت را پیشه کند»[54]

ترجمہ: "بصیرت، معرفت کا پھل ہے اور معرفت، سکوت کا پھل۔ جو بصیرت حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنا پیشہ بنالے۔"

شیخ سمنانی نے اس قول میں ایک سلسلہ بیان کیا ہے: سکوت ← معرفت ← بصیرت۔ "بصیرت" سے مراد گہری سمجھ، دور اندیشی، اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی وہ صلاحیت جو عام عقل سے بالاتر ہوتی ہے۔ ان کے مطابق بصیرت معرفت کا پھل ہے، اور معرفت سکوت کا پھل۔ اس لیے جو شخص بصیرت حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے سکوت کو اپنا پیشہ بنالینا چاہیے۔ یہ قول سکوت کو بصیرت کا بالواسطہ ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت ان میں بصیرت پیدا کرے گا۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ زندگی میں صحیح فیصلے کرنا چاہتا ہے اور چیزوں کی حقیقت کو سمجھنا چاہتا ہے، تو اسے سکوت سیکھنا ہو گا۔

مولانا جلال الدین روم نے مثنوی معنوی میں فرمایا:

«تا سکوتت نشود، معرفت چیست؟ * معرفت، بی‌سکوت، هیچ است و هیچ»[55]

ترجمہ: "جب تک تیرا سکوت نہ ہو، معرفت کیا ہے؟ * معرفت، سکوت کے بغیر، کچھ بھی نہیں اور کچھ بھی نہیں۔"

مولانا روم نے اس شعر میں سکوت کے بغیر معرفت کو "هیچ است و هیچ" (بالکل کچھ نہیں، صفر) قرار دیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: "تا سکوتت نشود، معرفت چیست؟" یعنی جب تک تیرا سکوت نہیں ہوتا، تب تک معرفت کیا چیز ہے؟ پھر وہ خود جواب دیتے ہیں: "معرفت، بی سکوت، هیچ است و هیچ" یعنی معرفت، سکوت کے بغیر، کچھ بھی نہیں۔ یہ ایک بہت سخت اور واضح موقف ہے۔ روم کے نزدیک سکوت کے بغیر معرفت کا دعویٰ کرنا بے معنی ہے۔ کیونکہ معرفت ایک ذوقی اور قلبی چیز ہے، اور یہ صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب دل اور دماغ کے تمام شور شرابے بند ہو جائیں، اور یہ سکوت کے بغیر ممکن نہیں۔ فوائد الفواد میں بھی یہی تصور ملتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ معرفت کا دعویٰ کرنے سے پہلے اسے اپنا سکوت پرکھنا چاہیے۔

3. اخلاقی اصلاح

سکوت نفس کی اصلاح اور اخلاقی تربیت میں مددگار ہے۔ جب انسان خاموش رہتا ہے تو وہ غیبت، جھوٹ، چغلی اور دیگر زبان کے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے سکوت کو تقویٰ کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔

شیخ ابوالحسن خرقانی نے نورالعلوم میں فرمایا:

«هر که سکوت پیشه کرد، از آفاتِ زبان رست و هر که از آفاتِ زبان رست، به تقویٰ رسید»[56]

ترجمہ: "جس نے سکوت کو اپنا پیشہ بنالیا، وہ زبان کی آفات سے بچ گیا اور جو زبان کی آفات سے بچ گیا، وہ تقویٰ تک پہنچ گیا۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ قول پہلے بھی آ چکا ہے، لیکن اخلاقی اصلاح کے تناظر میں اس کا اعادہ ضروری ہے۔ شیخ خرقانی نے اس قول میں سکوت، زبان کی آفات سے بچنے، اور تقویٰ کے درمیان ایک واضح سلسلہ بیان کیا ہے۔ "آفاتِ زبان" میں غیبت، چغلی، جھوٹ، بدگوئی، طنز، تضحیک، اور فضول گوئی شامل ہیں۔ یہ سب اخلاقی برائیاں ہیں جو انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہیں۔ سکوت ان تمام سے بچاتا ہے۔ اور جب انسان ان برائیوں سے بچ جاتا ہے، تو وہ "تقویٰ" (خدا ترسی، پرہیز گاری، اخلاقی بلندی) تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ قول سکوت کو اخلاقی اصلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی اپنے مریدین کو یہی تعلیم دی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنے اخلاق کو بہتر بنانا چاہتا ہے، تو اسے سب سے پہلے اپنی زبان کو بچانا ہو گا، اور اس کا سب سے آسان طریقہ سکوت ہے۔

شیخ ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے:

«اللسان، سبعٌ عقورٌ و سکوت، حصارٌ منیع. فمن أراد أن یسلم من هذا السبع، فلیحتمِ بهذا الحصار»[57]

ترجمہ: "زبان، ایک درندہ (جانور) ہے جو کاٹتا ہے اور سکوت، ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو اس درندے سے بچنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اس قلعے میں پناہ لے۔"

غزالی نے اس قول میں زبان کو "سبعٌ عقور" (ایک درندہ جو کاٹتا ہے) سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح درندہ انسان کو جسمانی طور پر زخمی کر سکتا ہے، اسی طرح زبان انسان کو روحانی اور اخلاقی طور پر زخمی کر سکتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور سکوت کو انہوں نے "حصارٌ منیع" (ایک مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ) قرار دیا ہے۔ جس طرح قلعہ درندوں سے بچاتا ہے، اسی طرح سکوت زبان کی برائیوں سے بچاتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "فمن أراد أن یسلم من هذا السبع، فلیحتمِ بهذا الحصار" یعنی جو اس درندے (زبان) سے بچنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اس قلعے (سکوت) میں پناہ لے۔ یہ ایک بہت مؤثر استعارہ ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے زبان کو اسی طرح ایک خطرناک چیز قرار دیا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت اس کی اخلاقی حفاظت کا واحد مضبوط ذریعہ ہے۔

شیخ نجیب الدین سہروردی نے آداب المریدین میں لکھا ہے:

«سکوت، خلقُ الصالحین است و پرگویی، خلقُ الطالحین. فمن أراد أن یکون من الصالحین، فلیتخلق بسکوتهم»[58]

ترجمہ: "سکوت، صالحین کا خلق (کردار) ہے اور بہت بولنا، طالحین (بدکاروں) کا خلق۔ جو صالحین میں سے ہونا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ ان کے سکوت کا کردار اختیار کرے۔"

شیخ نجیب الدین نے اس قول میں سکوت کو "خلقُ الصالحین" (نیک لوگوں کا کردار) اور پرگوئی (بہت بولنا) کو "خلقُ الطالحین" (بدکار لوگوں کا کردار) قرار دیا ہے۔ یہ ایک بہت واضح اور سخت موقف ہے۔ "صالحین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو نیک، پرہیز گار، اور اللہ کے قریب ہیں۔ "طالحین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو بدکار، گناہ گار، اور اللہ سے دور ہیں۔ ان کے مطابق سکوت نیکی کی علامت ہے اور بہت بولنا بدکاری کی علامت۔ پھر وہ کہتے ہیں: "فمن أراد أن یکون من الصالحین، فلیتخلق بسکوتهم" یعنی جو صالحین میں سے ہونا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ ان کے سکوت کا کردار اختیار کرے۔ یہ قول سکوت کو اخلاقی اصلاح اور نیکی کا راستہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت اختیار کرنا دراصل صالحین میں شامل ہونے کا ایک طریقہ ہے۔

شیخ روزبان بقلی نے عبہر العاشقین میں تحریر کیا ہے:

«سکوت، حجابُ العیوب است و پرگویی، کشفُ العیوب. فمن أراد أن تستر عیوبه، فلیسکت و من أراد أن تظهر عیوبه، فلیتکلم»[59]

ترجمہ: "سکوت، عیبوں کا پردہ ہے اور بہت بولنا، عیبوں کا کھلنا ہے۔ جو چاہتا ہے کہ اس کے عیوب چھپے رہیں، وہ خاموش رہے اور جو چاہتا ہے کہ اس کے عیوب ظاہر ہوں، وہ بولے۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شیخ روزبان نے اس قول میں ایک بہت گہرا نفسیاتی اور اخلاقی نکتہ بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق "سکوت، حجابُ العیوب است" یعنی سکوت انسان کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ جب انسان خاموش رہتا ہے، تو لوگ اس کے عیوب کو نہیں جان پاتے، اور خود انسان کو بھی موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے عیوب پر غور کرے اور انہیں چھپائے۔ جبکہ "پر گویی، کشفُ العیوب است" یعنی بہت بولنا عیوب کو ظاہر کر دیتا ہے، کیونکہ بولتے ہوئے انسان کی کمزوریاں، جہالت، غصہ، اور دوسرے عیوب باہر آجاتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں: "فمن أراد أن تستر عیوبہ، فلیسکت" یعنی جو چاہتا ہے کہ اس کے عیوب چھپے رہیں، وہ خاموش رہے۔ اور "و من أراد أن تظھر عیوبہ، فلیتکلم" یعنی جو چاہتا ہے کہ اس کے عیوب ظاہر ہوں، وہ بولے۔ یہ قول سکوت کو اخلاقی طور پر عیوب چھپانے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی یہی تصور ملتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت اس کی عزت اور وقار کی حفاظت کرتا ہے۔

4. فکری اور روحانی ترقی

سکوت کے ذریعہ قاری فکری اور روحانی دونوں سطحوں پر ترقی کرتا ہے۔ یہ غور و فکر، تدبر اور معرفت کی راہ دکھاتا ہے۔ جب انسان خاموش ہو کر اپنے دل و دماغ میں غور کرتا ہے تو اسے بہت سے ایسے حقائق کا پتہ چلتا ہے جو شور شرابے میں کھو جاتے ہیں۔

اقبالؒ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

«سکوت، مکتب روحانی است که دل‌ها را برای شناخت حقایق آماده می‌کند»[60]

ترجمہ: "سکوت ایک روحانی مکتب ہے جو دلوں کو حقائق کو پہچاننے کے لیے تیار کرتا ہے۔"

یہ اقبالؒ کا قول اس پوری فصل کا خلاصہ ہے۔ انہوں نے سکوت کو "مکتب روحانی" (ایک روحانی اسکول، تربیت گاہ) قرار دیا ہے۔ جس طرح ایک اسکول میں باقاعدہ تعلیم اور تربیت ہوتی ہے، اسی طرح سکوت بھی دلوں کی تربیت کرتا ہے۔ یہ تربیت کا مقصد یہ ہے کہ "دل ھارابرای شناخت حقایق آمادہ می کند" یعنی دلوں کو حقائق (حقیقتوں) کو پہچاننے کے لیے تیار کرتا ہے۔ "حقائق" سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو عام نظر سے پوشیدہ ہیں، جیسے خدائی حقیقتیں، روحانی حقیقتیں، اور وجود کی گہری سچائیاں۔ اقبالؒ نے یہاں سکوت کو ایک مکمل نظامِ تعلیم اور تربیت قرار دیا ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدینؒ نے بھی سکوت کو اسی طرح ایک مکتب قرار دیا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا فکری اور روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت کوئی معمولی مشق نہیں بلکہ یہ ایک مکمل اسکول ہے جہاں اس کی فکری اور روحانی تربیت ہوتی ہے۔

شیخ ابو علی دقاق نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

«سکوت، دوایِ دل است و پرگویی، بیماریِ دل. هرکه خواهد که دلش ازبیماری شفا یابد، باید سکوت را دوای خود گرداند»[61]

ترجمہ: "سکوت، دل کی دوا ہے اور بہت بولنا، دل کی بیماری۔ جو چاہتا ہے کہ اس کا دل بیماری سے شفا پائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنی دوا بنائے۔"

شیخ ابو علی دقاق نے اس قول میں سکوت کو "دوایِ دل" (دل کی دوا) اور پر گوئی کو "بیماریِ دل" (دل کی بیماری) قرار دیا ہے۔ جس طرح جسمانی بیماری کی دوا ہوتی ہے، اسی طرح دل کی روحانی بیماریوں (جیسے غفلت، حسد، کبر، ریا، وغیرہ) کی دوا سکوت ہے۔ اور بہت بولنا ان بیماریوں کو بڑھاتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں: "ھرکہ خواھد کہ دلش از بیماری شفایابد، باید سکوت رادوای خود گرداند" یعنی جو چاہتا ہے کہ اس کا دل بیماری سے شفا پائے، اسے چاہیے کہ سکوت کو اپنی دوا بنائے۔ یہ قول سکوت کو روحانی علاج کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت ان کے دلوں کی بیماریوں کا علاج ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کا دل بے چین، پریشان، یا آلودہ ہے، تو سکوت اس کا علاج ہو سکتا ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری نے کشف الاسرار میں فرمایا:

«سکوت، مفتاحُ الفکر است و الفکر، مفتاحُ الهدایة. فمن أراد الهدایة، فلیفتح بالفکر و لیفتح الفکر بالسکوت»[62]

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: "سکوت، فکر کی کنجی ہے اور فکر، ہدایت کی کنجی۔ جو ہدایت چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ فکر سے کھولے اور فکر کو سکوت سے کھولے۔"

خواجہ انصاری نے اس قول میں ایک سلسلہ بیان کیا ہے: سکوت ⟵ فکر ⟵ ہدایت۔ "فکر" سے مراد گہرے غور و خوض، تدبر، اور سوچ بچار کا عمل ہے۔ "ہدایت" سے مراد راہِ راست پر آنا، صحیح راستہ ملنا، اور خدائی رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ ان کے مطابق سکوت "مفتاحُ الفکر" ہے، یعنی فکر کی کنجی، کیونکہ بغیر سکوت کے فکر ممکن نہیں۔ اور فکر "مفتاحُ الھدایۃ" ہے، یعنی ہدایت کی کنجی۔ پھر وہ کہتے ہیں: "فمن أراد الھدایۃ، فلیفتح بالفکر و لیفتح الفکر بالسکوت" یعنی جو ہدایت چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ فکر سے کھولے (یعنی فکر کے ذریعے ہدایت حاصل کرے) اور فکر کو سکوت سے کھولے (یعنی سکوت کے ذریعے فکر کو ممکن بنائے)۔ یہ قول سکوت کو فکری اور روحانی ترقی کا بنیادی ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی یہی تصور ملتا ہے۔ قاری کے لیے اس قول کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ صحیح راستہ پانا چاہتا ہے، تو اسے پہلے سکوت سیکھنا ہو گا تا کہ فکر کر سکے۔

اقبالؒ نے بال جبریل میں فرمایا:

«سکوت، مومن را خدا آگه کند * از سخن، مرغ دلش را پر زند»[63]

ترجمہ: "سکوت، مومن کو خدا سے آگاہ کرتا ہے * گفتار سے اس کے دل کے پرندے کو اڑان دیتا ہے۔"

یہ اقبالؒ کا وہی شعر ہے جو پہلے بھی آیا ہے، لیکن اسے یہاں فکری اور روحانی ترقی کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ "سکوت، مومن را خدا آگہ کند" یعنی سکوت مومن کو خدا سے آگاہ کر دیتا ہے۔ "آگہی" محض معلومات نہیں بلکہ ایک گہری شعوری کیفیت ہے۔ "از سخن، مرغ دلش را پر زند" یعنی گفتار سے اس کے دل کے پرندے کو اڑان دیتا ہے۔ "مرغ دل" (دل کا پرندہ) روح اور اس کی بلندیوں کی طرف اشارہ ہے۔ جب انسان بولتا ہے تو اس کا دل قید ہوتا ہے، لیکن جب وہ خاموش ہوتا ہے تو اس کا دل پرندے کی طرح پرواز کرنے لگتا ہے۔ یہ شعر سکوت کو روحانی ترقی اور بلندی کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ فوائد الفواد میں بھی حضرت نظام الدینؒ نے اپنے مریدین کو یہی بتایا ہے کہ سکوت ان کی روح کو پرواز دیتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا فکری اور روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سکوت اسے مادی اور ذہنی قید سے نکال کر روحانی آزادی کی طرف لے جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس تفصیلی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سکوت محض ایک اخلاقی ہدایت یا زبانی خاموشی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ تصوف میں ایک مکمل روحانی نظام اور تربیتی طریقہ کار ہے۔ فوائد الفواد میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے سکوت کو جس گہرائی اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے، وہ اسے دیگر تصانیف سے ممتاز کرتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ سکوت کے لغوی معنی اگرچہ "ترکِ گفتار" کے ہیں، لیکن اصطلاحی معنی میں اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یہ زبان، دل، اور باطن (سر) کی خاموشی کا نام ہے، اور اسے صوفیاء نے "ترکِ علاقۂ دنیا" سے لے کر "ترکِ ماسوی اللہ" تک مختلف انداز میں تعبیر کیا ہے۔ سکوت کی یہ جامع تعریف ہی اسے ایک مکمل نظام کا درجہ دیتی ہے۔ سکوت کے صوفیانہ پہلوؤں پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ "زبانِ دل" کو فعال کرتا ہے، جو بغیر حروف و صوت کے خدائی اسرار کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ معرفت کی تیاری کا بنیادی ذریعہ ہے، کیونکہ بغیر سکوت کے دل میں وہ سکون پیدا نہیں ہوتا جو معرفت کے لیے ضروری ہے۔ نیز، یہ نفس کی تزکیہ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، کیونکہ جب زبان بند ہوتی ہے تو انسان کو اپنے عیوب نظر آنے لگتے ہیں۔

عملی مظاہر کے طور پر سکوت "توقف" (جلد بازی سے گریز)، "اجمال" (مختصر اور جامع اظہار)، اور خاموشی کے مخصوص طریقوں (جیسے روزانہ ایک گھنٹہ زبان اور دل کو بند کرنا) پر مشتمل ہے۔ ان عملی مشقوں کے ذریعے سالک آہستہ آہستہ اپنے آپ کو سکوت کا عادی بنا سکتا ہے۔ سکوت کے اصولی اور تربیتی اثرات میں دل کی پاکیزگی، معرفت اور بصیرت کا حصول، اخلاقی اصلاح، اور فکری و روحانی ترقی شامل ہیں۔ یہ تمام اثرات مل کر سکوت کو ایک ایسا مکمل نظام بناتے ہیں جو انسان کو ظاہر کی سطح سے ہٹا کر باطن کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے، اور بالآخر اسے معرفت الٰہی اور روحانی ارتقا کی منازل طے کراتا ہے۔ یہ تحقیق اس اہم نتیجے پر ختم ہوتی ہے کہ فوائد الفواد میں پیش کردہ سکوت کا نظام نہ صرف اپنے زمانے کے مریدین کے لیے ایک عملی راہنما تھا، بلکہ آج کے دور میں بھی یہ ان تمام افراد کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے جو روحانی سکون، خود شناسی، اور خدائی معرفت کے طلب گار ہیں۔ سکوت کی مشق، جیسا کہ حضرت نظام الدینؒ نے سکھایا، ایک ایسا راستہ ہے جو ہر دور میں انسان کو اس کی حقیقی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حواشی وحوالہ جات

[1] ابو سعید ابی الخیر، اسرار التوحید، تصحیح محمد رضا شفیعی کدکنی (تہران: سخن، ۱۳۸۶ش)، ص ۱۴۵

[2] خواجہ عبد اللہ انصاری، کشف الاسرار، جلد دوم (تہران: انتشارات علمی و فرھنگی، ۱۳۷۵ش)، ص ۳۲۱

[3] شیخ ابو حفص شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ترجمہ محمود بن عثمان (تہران: اساطیر، ۱۳۸۱ش)، ص ۲۳۴

[4] امیر حسن علاء سجزی، فوائد الفواد، مقدمہ (نول کشور: مطبع نول کشور، ۱۳۰۲ھ)، ص ۱۲

[5] شمس الدین تبریزی، مقالات شمس، تصحیح محمد علی موحد (تہران: خوارزمی، ۱۳۶۹ش)، جلد اول، ص ۲۵۶

[6] خواجہ عبد اللہ انصاری، کشف الاسرار، جلد دوم، ص ۳۲۵

[7] شیخ نجیب الدین سہروردی، آداب المریدین، تصحیح نجیب مایل ہروی (تہران: مولی، ۱۳۶۵ش)، ص ۸۹

[8] شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص ۲۳۸

[9] امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، مجلس ۳، ص ۲۸

[10] شیخ ابو علی دقاق، نقل از تذکرۃ الاولیاء، تصحیح محمد استعلامی (تہران: زوار، ۱۳۸۵ش)، ص ۱۴۲

[11] نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، مجلس ۸، ص ۵۶

[12] شیخ روزبان بقلی، شرح شطیات، تصحیح ہنری کوربن (تہران: طہوری، ۱۳۶۰ش)، ص ۱۸۷

[13] خواجہ عبد اللہ انصاری، مناجات نامہ، تصحیح محمد رضا شفیعی کدکنی (تہران: سخن، ۱۳۸۸ش)، مناجات پنجم

[14] شیخ محمود شبستری، گلشن راز، تصحیح جواد نوربخش (تہران: خانقاہ نعمت اللہی، ۱۳۵۵ش)، ص ۴۵

[15] اقبال، محمد، اسرار خودی (لاہور: ادارہ اقبالیات، ۱۹۳۰)، ص ۶۷

[16] شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص ۲۴۵

[17] خواجہ عبد اللہ انصاری، مناجات نامہ، مناجات ہشتم

[18] شیخ ابو سعید ابی الخیر، اسرار التوحید، ص ۱۵۲

[19] شیخ فرید الدین عطار، منطق الطیر، تصحیح محمد رضا شفیعی کدکنی (تہران: سخن، ۱۳۸۶ش)، ص ۲۳۴

[20] مولانا جلال الدین روم، مثنوی معنوی، دفتر دوم، تصحیح رینولد نکلسن (تہران: نشر علم، ۱۳۸۴ش)، بیت ۳۴۵

[21] حافظ شیرازی، دیوان حافظ، بہ کوشش محمد قزوینی و قاسم غنی (تہران: زوار، ۱۳۲۰ش)، غزل نمبر ۲۵۶

[22] شیخ ابو الحسن خرقانی، نور العلوم، تصحیح محمد رضا شفیعی کدکنی (تہران: طہوری، ۱۳۷۴ش)، ص ۸۹

[23] شیخ ابو حامد غزالی، احیاء العلوم، ترجمہ مؤید الدین خوارزمی (تہران: علمی و فرھنگی، ۱۳۸۴ش)، جلد سوم، ص ۴۵

[24] شیخ روزبان بقلی، عبہر العاشقین، تصحیح ہنری کوربن (تہران: طہوری، ۱۳۶۶ش)، ص ۱۱۲

[25] شیخ علاء الدولہ سمنانی، مصنفات، تصحیح نجیب مایل ہروی (تہران: علمی، ۱۳۶۹ش)، ص ۲۰۳

[26] اقبال، محمد، اسرار خودی، ص ۶۸

[27] شیخ ابو علی دقاق، نقل از تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۴۴

[28] شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص ۲۵۰

[29] امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، مجلس ۱۵، ص ۱۰۲

[30] نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، مجلس ۱۵، ص ۹۸

[31] شیخ ابو حامد غزالی، احیاء العلوم، جلد سوم، ص ۴۸

[32] شیخ ابو الحسن خرقانی، نور العلوم، ص ۹۱

[33] شیخ نجیب الدین سہر وردی، آداب المریدین، ص ۹۴

[34] مولانا جلال الدین روم، مثنوی معنوی، دفتر سوم، بیت ۴۵۶

[35] امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، مقدمہ، ص ۲۵

[36] نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، مجلس ۲۲، ص ۱۴۵

[37] شیخ سعدی، گلستان، باب اول، حکایت نمبر ۲

[38] خواجہ عبد اللہ انصاری، کشف الاسرار، جلد اول، ص ۲۳۴

[39] شیخ شہاب الدین سہر وردی، عوارف المعارف، ص ۲۵۵

[40] شیخ ابو حفص شہاب الدین سہر وردی، عوارف المعارف، ص ۲۴۱

[41] شیخ ابو سعید ابی الخیر، اسرار التوحید، ص ۱۶۰

[42] خواجہ عبد اللہ انصاری، مناجات نامہ، مناجات دوازدھم

[43] شیخ روزبان بقلی، شرح شطیات، ص ۱۹۲

[44] مولانا جلال الدین روم، مثنوی معنوی، دفتر دوم، بیت ۳۴۶

[45] شیخ ابو الحسن خرقانی، نور العلوم، ص ۹۳

[46] خواجہ عبد اللہ انصاری، مناجات نامہ، مناجات نہم

[47] شیخ شہاب الدین سہر وردی، عوارف المعارف، ص ۲۶۰

[48] نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، مجلس ۲۲، ص ۱۴۰

[49] شیخ ابو حامد غزالی، احیاء العلوم، جلد سوم، ص ۵۲

[50] خواجہ عبد اللہ انصاری، کشف الاسرار، جلد دوم، ص ۳۳۰

[51] شیخ روزبان بقلی، عبہر العاشقین، ص ۱۲۰

[52] خواجہ عبد اللہ انصاری، مناجات نامہ، مناجات ہشتم

[53] شیخ شہاب الدین سہر وردی، عوارف المعارف، ص ۲۶۵

[54] شیخ علاء الدولہ سمنانی، مصنفات، ص ۲۱۰

[55] مولانا جلال الدین روم، مثنوی معنوی، دفتر پنجم، بیت ۱۲۳۴

[56] شیخ ابو الحسن خرقانی، نور العلوم، ص ۸۹

[57] شیخ ابو حامد غزالی، احیاء العلوم، جلد سوم، ص ۵۵

[58] شیخ نجیب الدین سہر وردی، آداب المریدین، ص ۹۸

[59] شیخ روزبان بقلی، عبہر العاشقین، ص ۱۲۵

[60] اقبال، محمد، بال جبریل (لاہور: ادارہ اقبالیات، ۱۹۳۵)، ص ۴۵

[61] شیخ ابو علی دقاق، نقل از تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۴۶

[62] خواجہ عبد اللہ انصاری، کشف الاسرار، جلد اول، ص ۲۴۰

[63] اقبال، محمد، بال جبریل، ص ۴۶